... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ* (آل عمران: ٧٤) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا*﴾ (بنی إسرائیل: ٨٠)

الفضل

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

مدير أعلىٰ نصير أحمد قمر

جلد۱ — جمعہ ۶ مئی ۱۹۹۴ء ○ ۱۸ ذوالقعدہ ۱۴۱۴ھ — شمارہ ۱۸

القرآن الحکیم

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۶﴾

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور تم اپنے ہاتھوں (اپنے آپ) کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

(البقرہ: ۱۹۶)

ارشادات عالیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آجکل عبادت اور تقویٰ اور دینداری سے محبت نہیں ہے۔ اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت سرد ہو رہی ہے اور عبادت میں جس قسم کا مزا آنا چاہئے۔ وہ مزا نہیں آتا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں لذت اور ایک خاص حظ اللہ تعالیٰ نے رکھا نہ ہو۔ جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزا نہیں اٹھا سکتا اور وہ اسے بالکل تلخ یا پھیکا سمجھتا ہے اسی طرح سے وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظ اور لذت نہیں پاتے ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہئے۔

کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں خدائے تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی لذت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کیلئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس کی عبادت میں اس کے لئے ایک لذت اور سرور نہ ہو؟ لذت اور سرور تو ہے مگر اس سے حظ اٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۔ (الذاریات: ۵۷)

اب انسان جب عبادت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے، ضروری ہے کہ عبادت میں لذت اور سرور بھی درجہ غایت کا رکھتا ہو۔ اس بات کو ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربہ سے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء انسان کے لئے پیدا کی ہیں تو کیا ان سے وہ ایک لذت اور حظ نہیں پاتا ہے؟ کیا اس ذائقہ اور مزے کے احساس کے لئے اس کے منہ میں زبان موجود نہیں؟ کیا وہ خوبصورت اشیاء کو دیکھ کر نباتات ہوں یا جمادات، حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا؟ کیا دل خوش کن اور سریلی آوازوں سے اس کے کان محظوظ نہیں ہوتے؟ پھر کیا کوئی دلیل اور بھی اس امر کے اثبات کے لئے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے عورت اور مرد کو رغبت دی ہے۔ اب اس میں زبردستی نہیں کی بلکہ ایک لذت رکھ دی ہے۔ اگر محض توالد و تناسل ہی مقصود بالذات ہوتا تو مطلب پورا نہ ہو سکتا۔ عورت اور مرد کی برہنگی کی حالت میں ان کی غیرت قبول نہ کرتی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔ مگر اس میں ان کے لئے ایک حظ ہے اور ایک لذت ہے۔ یہ حظ اور لذت اس درجہ تک پہنچی ہے کہ بعض کوتاہ اندیش انسان اولاد کی بھی پروا اور خیال نہیں کرتے بلکہ ان کو صرف حظ ہی سے کام اور غرض ہے۔ خدائے تعالیٰ کی علت غائی بندوں کا پیدا کرنا تھا اور اس سبب کے لئے ایک تعلق عورت اور مرد میں قائم کیا اور ضمناً اس میں ایک حظ رکھ دیا جو اکثر نادانوں کے لئے مقصود بالذات ہو گیا ہے۔

اسی طرح سے خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں۔ اس میں بھی ایک لذت اور سرور ہے اور یہ لذت اور سرور دنیا کی تمام لذتوں اور تمام حظوظ نفس سے بالاتر اور بالاتر ہے۔ جیسے عورت اور مرد کے باہم تعلقات میں ایک لذت ہے اور اس سے وہی بہرہ مند ہو سکتا ہے جو مرد ہے اور اپنے قویٰ صحیحہ رکھتا ہے۔ ایک نامرد اور مخنث وہ حظ نہیں پا سکتا اور جیسے ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ غذا کی لذت سے محروم ہے اسی طرح پر ہاں ٹھیک ایسا ہی وہ کم بخت انسان ہے جو عبادت الٰہی سے لذت نہیں پا سکتا"۔

(ملفوظات جلد اول صـ ۲۵، ۲۶)

مختصرات

اللہ تعالیٰ کے فضل سے "مسلم ٹیلیویژن احمدیہ" کی مقبولیت دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اس کا مقبول ترین پروگرام "ملاقات" ہے جس میں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز روزانہ شرکت فرماتے ہیں۔ قارئین الفضل انٹرنیشنل کی سہولت اور ریکارڈ کی غرض سے اس پروگرام کے بارہ میں ایک مختصر اشاریہ پیش خدمت ہے۔

۲۵ اپریل ۱۹۹۴ء۔ بعض فنی مجبوریوں کی وجہ سے آج حسب اعلان ہومیو پیتھی کلاس کا پروگرام نشر نہیں کیا جا سکا۔ اس کی بجائے عرب دوستوں کے ساتھ حضور انور کی مجلس سوال و جواب کا پروگرام پیش کیا گیا۔ یہ مجلس حالیہ سفر ہالینڈ کے دوران نن سپیٹ مشن ہاؤس میں منعقد ہوئی تھی۔ اس مجلس کا پہلا حصہ ۱۱ اپریل کو نشر ہو چکا ہے آج دوسرا حصہ پیش کیا گیا۔ گفتگو کا موضوع مسئلہ ختم نبوت تھا۔ حضور انور نے میثاق النبیین کی روشنی میں اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا۔ حضور کے ارشادات انگریزی میں تھے جبکہ ان کا ساتھ ساتھ عربی زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا۔ عربوں میں تبلیغ کے لئے عمدہ ٹیپ ہے۔

۲۶، ۲۷ اپریل ۱۹۹۴ء۔ ان دونوں دنوں میں ہومیو پیتھی کلاس کا پروگرام پیش کیا گیا۔ حضور انور نے نہایت آسان فہم انداز میں مختلف ادویات کے خواص اور استعمال پر روشنی ڈالی۔ ۲۷ اپریل والے پروگرام کے آخر پر حضور انور نے روح کے مقام کے بارہ میں لطیف وضاحت فرمائی اور بیان فرمایا کہ روح انسان کے ہر عمل اور دماغ کے درمیان واقع ہے۔ آیات قرآنیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض ارشادات کے حوالہ سے اس امر کی وضاحت فرمائی۔

۲۸ اپریل ۱۹۹۴ء۔ آج کی مجلس میں معاندین احمدیت کے اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ جاری رہا۔ مولوی محمد یوسف لدھیانوی کے کتابچہ "قادیانیوں اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان فرق" کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور انور نے ختم نبوت کے حقیقی معنوں کی تشریح فرمائی اور دیگر علمائے امت کے متعدد حوالے دئے جو احمدیہ مسلک کی پوری پوری تائید کرتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ ختم نبوت کے بارہ میں غیر احمدی مولویوں کے غلط خیالات نے امت مسلمہ کو عملاً ایک بھکاری بنا دیا ہے جو غیر امتوں سے در بدر بھیک مانگتی پھر رہی ہے۔ ہمارے نزدیک خاتمیت کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہمیشہ کے لئے جاری و ساری ہے اور آپؐ کے فیض کا چشمہ کبھی بند نہیں ہوگا۔ اب ایک ہی فیض رساں ہے جس کے چشمہ سے ہر قوم پانی پئے گی اور وہ ہیں ہمارے آقا و مولا حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۹ اپریل ۱۹۹۴ء۔ آج کے پروگرام "ملاقات" میں حضور انور نے متفرق سوالات کے جوابات دئے۔ سوالات یہ تھے:۔

(۱) کیا پتھر بھی انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ کیا اپنے ستارہ سے ملتا جلتا پتھر استعمال کرنا چاہئے؟

(۲) خدا کی رضا کس طرح حاصل کی جا سکتی ہے؟

بقیہ صـ ۱۳

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانے کا امام بنایا گیا ہے اور وہی امامت طاقتور ہے جو آپ کی غلامی کی امامت ہے، اس سے ہٹ کر کوئی امامت، امامت نہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

"........سارے گوجرانوالہ کے مولوی اور ارد گرد کے مولوی اکٹھے ہو جائیں تو گوجرانوالہ کی ایک گلی کو بھی مسلمان بنانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ یہ خدا کا کام ہے اس نے جو امام بھیجا تم اس کے منکر ہو بیٹھے ہو اب تمہاری باتوں میں طاقت نہیں ہے۔ طاقت وہاں ہے جہاں سے آج میں بول رہا ہوں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں طاقت ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کے منصب خلافت میں طاقت ہے۔ آج میں ایک آواز بلند کرتا ہوں تو زمین کے کناروں سے لبیک کی آوازیں آتی ہیں۔ ایک بدی دور کرنے کی نصیحت کرتا ہوں تو بے اختیار دل اچھلتے ہیں کہ ہاں ہم حاضر ہیں، ہم ان سب بدیوں کو کاٹ کر پھینکیں گے۔ ایک نیکی کی طرف بلاتا ہوں اس سے بڑھ کر نیکیوں کے وعدے آتے ہیں اور پھر لوگ ان پر عمل کر کے دکھاتے ہیں۔ یہ صرف اس لئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانے کا امام بنایا گیا ہے اور وہی امامت طاقتور ہے جو آپ کی غلامی کی امامت ہے اس سے ہٹ کر کوئی امامت امامت نہیں ہے........۔

(اقتباس از خطبہ جمعہ ۲۹ اپریل ۱۹۹۴ء)

اداریہ

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سُوئے حرم لے چل

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہجرت کے دسویں سال حج بیت اللہ کے موقعہ پر تمام مسلمانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا۔

"...... اے لوگو! یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ! پھر آپؐ نے فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا یہ شہر مکہ مکرمہ نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! پھر آپ نے پوچھا یہ کون سا دن ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپؐ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہؐ! اس پر آپ نے فرمایا آج کے دن تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری آبروئیں تم پر حرام اور قابل احترام ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارے اس شہر میں، تمہارے اس مہینہ میں، واجب الاحترام ہے۔ اے لوگو! عنقریب تم اپنے اپنے رب سے ملوگے وہ تم سے پوچھے گا کہ تم نے کیسے عمل کئے؟ دیکھو میرے بعد دوبارہ کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگ جاؤ"۔

مگر آج جب آپ اسلامی ممالک اور مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ دردناک حقیقت سامنے آتی ہے کہ بدقسمتی سے مسلمان ہی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی جان، مال اور عزت کے درپے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس واضح ہدایت کی صریح نافرمانی کا نتیجہ ہے کہ آج ان ملکوں کا اندرونی امن اٹھ چکا ہے۔ معمولی اختلافات پر، چھوٹی چھوٹی باتوں پر بے دریغ دوسرے کو بے آبرو کیا جاتا ہے اس کا مال ہتھیالیا جاتا ہے، اس کا خون بہا دیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو اس بدحالی تک پہنچانے میں بہت بڑا قصور اس جاہل ملاں کا ہے جو نظریات کی تشہیر میں جبر و تشدد کے استعمال کو نہ صرف جائز بلکہ ضروری قرار دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک مسلمان واپس حرم کی طرف نہیں لوٹتے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ، امن بخش تعلیم پر عمل نہیں کرتے انہیں کبھی امن نصیب نہیں ہو سکتا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خلیج کے بحران کے دور میں اپنے خطبات میں عالم اسلام اور تیسری دنیا کو بالخصوص نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"...... انسانی تاریخ میں سب سے بڑا انسانی تعلقات کے خونی رشتوں پر غالب آنے کا دَور حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عہد میں آیا۔ بلاشبہ وہ ایک ایسا دور تھا کہ ہر خونی رشتہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا تھا اور انسانی قدروں کو عظمتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا بلند کر دیا تھا کہ مکارمِ اخلاق پر آپ کا قدم تھا۔ وہ دَور ہے جسے واپس لانے کی ضرورت ہے۔ یہ انسانی قدریں ہیں جو تیسری دنیا کو بچائیں گی۔ یہ قدریں تو آپ کے قدموں کے نیچے پامال ہو رہی ہیں۔ اور خدا کی تقدیر قوموں کے نیچے آپ کو پامال کرتی چلی جارہی ہے۔ کیوں خدا کی تقدیر کے اس اشارے کو آپ نہیں سمجھتے ...... اگر آج آپ یہ فیصلہ کرلیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ اخلاق کو اور بیان فرمودہ تعلیم کو اپنا لائحہ عمل بنالیں گے اور انسانی قدروں کی حفاظت کریں گے اور کھوئی ہوئی قدروں کو دوبارہ نافذ کریں گے تو غیروں کی ذلت آمیز غلامی سے نجات کا صرف یہ طریق ہے۔ اس کے سوا اور کوئی طریق نہیں ہے"۔

نشان تازہ

اے خدا پھر سے کوئی ایسی نشانی ہوجائے
دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے
اَرِنیْ کہتے ہوئے تھک گئے دنیا والے
لَنْ تَرَانِیْ کی جگہ اب کے تَرَانِیْ ہوجائے
کوئی جھونکا ہی بشارت کا فلک سے اترے
کوئی پیغام فرشتوں کی زبانی ہوجائے
کوئی خوشبو ہو کہ ہر سونگھنے والا ناچے
کوئی جلوہ ہو کہ ہر آنکھ دِوانی ہوجائے
ظلم بڑھتا ہے تو چلتی ہے خدا کی لاٹھی
رسم کُہنہ ہے! یہی رسم پرانی ہوجائے
عدل یوں عام ہو، ہر دست طلب تک پہنچے
ظلم اس طرح مٹے، قصہ کہانی ہوجائے

(پرویز پروازی)

احادیث النبی ﷺ

عَنْ المِقْدَادِ بِنْ مَعْدِيكَرُبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ اَنَّهُ يُحِبُّهُ. (ترمذی، کتاب الزهد، باب اعلام الحب، وابو داود)

حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ایک آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اپنے بھائی کو یہ بتا بھی دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرْضٰى لَكُمْ ثَلاَثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلاَثًا: فَيَرْضٰى لَكُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلاَ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَاَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلاَ تَفَرَّقُوا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ. (مسلم کتاب الاقضية، باب النهي عن كثرة المسائل من غير حاجته)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین باتیں پسند کرتا ہے اور تمہارے لئے تین باتیں ناپسند کرتا ہے۔ وہ تمہارے لئے پسند کرتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور یہ کہ تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور تفرقہ اختیار نہ کرو۔ وہ تمہارے لئے قیل و قال (یعنی حجت بازی) کثرت سوال اور مال کا ضیاع ناپسند کرتا ہے۔

☆

پھولوں کے غم میں دل کو کہاں تک لہو کریں
فصل بہار ہو تو کوئی آرزو کریں
رندان کم شعور سے رسوا ہے میکدہ
ہم کیا طواف محفل جام و سبو کریں
اہل جنوں کے اپنے مسائل ہیں بےشمار
فرصت ملے تو دامن ہستی رفو کریں
آؤ کچھ اور دور نواؤں کے شہر میں
آؤ کچھ اور دیر ذرا ہاؤ ہو کریں
خوشبو بھی اڑ گئی ہے گلستاں کا رنگ بھی
کس آسرے پہ تذکرہ رنگ و بو کریں
شاخوں سے ٹوٹ ٹوٹ کے بکھری ہیں پتیاں
جی چاہتا ہے ماتم ذوق نمو کریں
میں سنگ رہگذر تو نہیں سنگ میل ہوں
کہہ دو مسافروں سے مری آبرو کریں
ثاقبؔ مزہ تو جب ہے یہ آئینہ ساز لوگ
مجھ کو بھی ایک روز مرے رو برو کریں

(ثاقب زیروی)

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن

(نصیر احمد قمر)

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اخلاق حسنہ سے متصف تھے۔ آپ کا ہر عمل قرآن کریم کا پر تو تھا۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ چند لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تو قرآن تھے۔

اخلاق نبویؐ سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب نہایت مختصر مگر بہت جامع ہے۔ اس ایک جملے میں جہاں آپ نے خلق نبویؐ کو سمیٹ کر گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ وہاں آپ کا یہ جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے اخلاق عالیہ کے وسیع و عریض اور سدا بہار چمنستان کے لئے، ایک عظیم الشان باب کی حیثیت رکھتا ہے اور آپ کا یہ جملہ خلق نبویؐ کا تذکرہ کرنے والے اور آپ کی سیرت طیبہ پر لکھنے والے کے لئے روشنی کا ایک مینار ہے۔ یہ وہ میزان ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو پرکھا جا سکتا ہے۔

آپؓ کا یہ فرمانا کہ حضورؐ کے اخلاق عین قرآن تھے۔ دراصل اس قرآنی آیت کی تفسیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ اعلان کروایا ہے کہ اِنْ اَتَّبِعُ اِلاَّ مَا یُوحَی اِلَیَّ کہ میں تو اس کلام کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا گیا ہے۔ آپ کا اٹھنا، آپ کا بیٹھنا، آپ کا سونا، آپ کا جاگنا، آپ کا بولنا اور آپ کا خاموش رہنا۔ آپ کی ہر حرکت و سکون وحی الٰہی کے تابع، قرآن کے مطابق اور شریعت کے ماتحت تھی۔ آپ اپنی تعلیم کا خود نمونہ تھے۔ قرآن عظیم کی صورت میں آپ نے دنیا کو خدا تعالیٰ کے جو احکامات پہنچائے۔ آپ نے ان پر خود عمل کر کے دکھایا۔ اخلاق حسنہ کی جو تفصیلات قرآن مجید میں بیان ہوئیں۔ خود انہیں عملی جامہ پہنایا اور یوں دنیا کو بتا دیا کہ قرآن عمل کی کتاب ہے۔

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوال کرنے والوں کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی تفصیلات بیان نہیں فرماتیں بلکہ آپ کے اخلاق کو مجسم قرآن قرار دے کر گویا یہ فرماتی ہیں کہ میں کس کس خلق کا ذکر کروں۔ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟۔ آپ کے اخلاق قرآن تھے۔ کیا قرآن کے معارف اور حقائق اور اس کے عجائبات کا کوئی احاطہ کر سکتا ہے جو حضورؐ کے اخلاق کو بیان کیا جا سکے۔ آپ کے اخلاق تو قرآن تھے ہاں قرآن کی طرح مقدس اور پاکیزہ، قرآن کی مانند کامل اور مکمل، بے عیب اور لاریب۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم سے متعلق فرمایا: لاَ تَنْقَضِی عَجَائِبُہُ وَلاَ یَخْلَقُ عَنْ کَثْرَۃِ الرَّدِّ" کہ قرآن کے عجائبات، اس کے معارف ختم ہونے والے نہیں اور نہ یہ بار بار کے تکرار سے پرانا ہونے والا ہے۔ بلاشبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم بھی ایک نہ ختم ہونے والے خزانے کی مانند ہیں۔ اور ان کی کثرت تکرار نہ صرف یہ کہ انہیں پرانا اور بوسیدہ نہیں کرتی بلکہ اس سے ان کے حسن کے نئے زاویے نمایاں ہوتے ہیں۔ اور وہ روشن سے روشن تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی خوبی و دلکشی میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور محاسن نبویؐ کا محبت بھرا ذکر ہر مرتبہ انسان کو ایک نئی لذت اور معرفت بخشتا ہے۔

پھر قرآن کیا ہے۔ یہ خاتم الکتب ہے۔ تمام تعلیمات وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہو گئے۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین قرار دئے گئے۔ یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدمؑ سے لے کر مسیح ابن مریمؑ تک نبیوں کو دئے گئے تھے۔ کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی۔ وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دئے گئے۔ آپ کے اخلاق سے متعلق قرآن مجید نے خود گواہی دی۔ فرمایا اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا:
اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الاَخْلاَقِ.

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو کہ کتاب مجید کے بھیجنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ تا دنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھاوے جیسے فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلاَّ رَحْمَۃً لِلْعَالَمِین اور ایسا ہی قرآن مجید کی غرض بتائی کہ " ھُدًی لِلْمُتَّقِین یہ ایسی عظیم الشان اغراض ہیں کہ ان کی نظیر نہیں پائی جا سکتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ جیسے تمام کمالات متفرقہ جو انبیاء علیہم السلام میں تھے وہ رسول اللہؐ کے وجود میں جمع کر دیوے اور تمام خوبیاں اور کمالات جو متفرق کتابوں میں تھے وہ قرآن شریف میں جمع کر دیوے"۔

(الحکم، ۳۱ جولائی ۱۹۰۴ء)

بلاشبہ ۔

تَمَّتْ عَلَیْہِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّۃٍ
خُتِمَتْ بِہٖ نُعْمَاءُ کُلِّ زَمَانٍ

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لا جرم شد ختم ہر پیغمبرے

کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید اخلاق محمدیؐ کا آئینہ ہے۔ حضورؐ کی سیرت سے قرآن کی عملی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں اور قرآن سے سیرت کی عملی شکل نمایاں ہوتی ہے۔ کتاب الٰہی اور صاحب کتاب ایک دوسرے سے اس طرح پیوستہ ہیں کہ انہیں الگ نہیں کیا جا سکتا۔

ایں دو شمع اند کہ از یک دگر افروختہ اند

قرآن خدا کا کلام ہے تو قول و فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کلام الٰہی کی تفسیر اور اس کی عملی تصویر۔

"کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآن" کے الفاظ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم ہر قسم کے تضادات سے پاک ہے۔ اسی طرح خلق محمدیؐ میں تمہیں کوئی تضاد، کوئی اختلاف نظر نہیں آئے گا اور ان الفاظ میں یہ حقیقت بھی موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور آپ کی سیرت سے متعلق کوئی ایسی بات پیش نہیں کی جا سکتی جو قرآن سے ٹکراتی ہو۔ کیونکہ آپ کے اخلاق عین قرآن تھے۔ اس لئے اگر کوئی شخص رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسے اقوال یا افعال منسوب کرتا ہے جو قرآنی تعلیمات و تصریحات کے منافی ہیں تو وہ غلطی خوردہ ہے کیونکہ آپ کی تو ساری زندگی " اِنْ اَتَّبِعُ اِلاَّ مَا یُوحَی اِلَیَّ" کی مصداق تھی۔ اور آپ کے تمام اخلاق قرآن کے عین مطابق تھے۔

"کان خلقہ القرآن" کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سارے کا سارا قرآن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل حسنہ اور آپ کے اخلاق عالیہ کے ذکر سے معمور ہے۔ قرآن کریم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپؐ کے خلق عظیم کو جا بجا بیان فرمایا ہے۔ آپؐ کی سیرت و سوانح پر مختلف پیرایوں اور مختلف سیاق و سباق کے ساتھ بار بار توجہ دلائی ہے۔ اور بسا مقامات میں ایسا بھی ہے کہ "گفتہ آید در حدیث دیگراں" کا معاملہ ایک خاص قسم کا کیف و سرور پیدا کرنے کا موجب ہے۔ اگر احکام ہیں تو اسی شریعت کے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے۔ حکمت اور نصیحت کی باتیں ہیں تو وہی جن کی عملی تصویر اسوہ محمدیؐ میں موجود ہے۔ قصص ہیں تو انہی فضائل و مراتب کے جو سب کے سب مرتبہ جامعیت محمدیؐ میں بوجوہ اتم و اکمل جمع ہو گئے۔ فضائل انبیاء کا جو کچھ تذکرہ ہے وہ گو بلا واسطہ دوسروں کی حکایت ہو مگر بالواسطہ مقصود اسی وجود اکمل و ارفع سے ہے۔ جس کا نام نامی محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ گویا قرآن میں اول سے آخر تک اسی کے حسن و جمال کے تذکرہ ہے۔ وَکُلٌّ اِلَی ذَاکَ الْجَمَالِ یُشِیْرُ

کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر وجود

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی اور انشراح صدری و عصمت و حیاء و صدق و صفا و توکل و وفا و عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ تھے اس لئے خدائے جل شانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ و دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے"۔

(سرمہ چشم آریہ)

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سرا

"اب اس تمام تقریر اور مدعا کا خلاصہ یہ ہے کہ عندالعقل قرب الٰہی کے مراتب تین قسم پر منقسم ہیں اور تیسرا مرتبہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت اور آئینہ خدا نما ہے حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰؐ کے لئے مسلم ہے جس کی شعائیں ہزارہا دلوں کو منور کر رہی ہیں اور بیشمار سینوں کو اندرونی ظلمتوں سے پاک کر کے نور قدیم تک پہنچا رہی ہیں۔ وللہ در القائل ۔

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دوسرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

کیا ہی خوش نصیب وہ آدمی ہے جس نے محمد مصطفیٰؐ کو پیشوائی کے لئے قبول کیا اور قرآن شریف کو رہنمائی کے لئے اختیار کیا۔ اللھم صل علیٰ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین"۔

(براہین احمدیہ)

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

TO ADVERTISE IN THE
AL FAZL INTERNATIONAL
PLEASE CONTACT
NAEEM USMAN MEMON
081 874 8902/ 081 875 1285
OR FAX YOUR ADVERT FOR
A QUOTE ON 081 875 0249

عافیت کا حصار

(امتہ الباری ناصر)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ۔
"ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار"
"عافیت کا حصار" اپنے اندر بہت وسیع مطالب رکھتا ہے۔ کسی بھی رخ سے حقائق و شواہد کا مطالعہ باعث تقویت ایمان ہے۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں:۔

«انّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار. الاَّ الَّذِینَ عَلَوْا من اِسْتِکْبَار وَاُحَافِظُکَ خَاصَّةً. سَلاَمٌ قَوْلاً مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیمٍ.»

میں دار کے اندر رہنے والوں کی حفاظت کروں گا مگر وہ لوگ جو تکبر سے اپنے تئیں اونچا کریں گے میں تجھے خصوصیت کے ساتھ بچاؤں گا۔ خدائے رحیم کی طرف سے تجھ پر سلام۔

[تذکرہ صـ ۴۲۸]

اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خشت و خاک کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔
(کشتی نوح)

۱۹۰۲ء میں طاعون پھوٹی اور اس قدر زور پکڑا کہ گھروں کے گھر اور گاؤں کے گاؤں موت کا شکار ہوئے۔ لوگ کتوں کی طرح مرنے لگے۔ دہشت کی وجہ سے لاشوں کو ٹھکانے لگانا مشکل ہو گیا۔ چھ ملین لوگ موت کا شکار ہوئے۔ حضور کے الدار کی دیواروں سے ملحق مکانوں تک طاعون پہنچی اور ہمسایہ ک ہندو طاعون کا شکار ہوئے مگر الدار میں چوہا تک طاعون سے نہیں مرا .... جماعت کی ان دنوں اتنی غیر معمولی ترقی ہوئی کہ اس کی تعداد ہزاروں سے نکل کر ۱۹۰۲ء میں ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ ۱۹۰۴ء میں دو لاکھ اور ۱۹۰۶ء میں چار لاکھ تک پہنچ گئی"۔
(تاریخ احمدیت جلد سوم)

۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو ایک قیامت خیز زلزلہ آیا جس نے بنگال سے لے کر پنجاب تک تباہی مچا دی۔ بے شمار عمارتیں گر گئیں۔ زلزلہ سے زمین پھٹ گئی۔ طغیانی سے آبادیاں غرق ہو گئیں۔ اور بیس ہزار انسانوں کی جانیں ضائع ہو گئیں ...... اس قیامت خیز زلزلہ میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے صوبہ بہار کے احمدیوں کی جانیں معجزانہ رنگ میں محفوظ رہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تحریر فرمایا۔
"ہمارا یہ فرض ہے کہ جب خدائے ذوالجلال کا کوئی نشان پورا ہوتا دیکھیں تو اسے دنیا کے سامنے پیش کریں اور لوگوں کو بتائیں کہ خدا کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں اس طرح پوری ہوا کرتی ہیں تاکہ وہ خدا کو پہچانیں اور اس کے بھیجے ہوئے مامور و مرسل کی شناخت کریں اور خدا سے جنگ کرنے کی بجائے اس کی رحمت کے پردوں کے نیچے آ جائیں۔
(تاریخ احمدیت جلد نہم)

جون ۱۹۳۵ء کوئٹہ میں شدید زلزلہ آیا۔ اخبار پرتاپ لاہور ۶ جون ۱۹۳۵ء نے لکھا۔
"یہ زلزلہ نہ صرف بلوچستان بلکہ ہندوستان کی تاریخ میں مہیب ترین ہے۔ اپریل ۱۹۰۴ء میں دھرمسالہ میں جو زلزلہ آیا اس نے بھی بہت تباہی مچائی۔ ۱۹۳۴ء میں بہار میں زلزلہ آیا۔ بہار کا زلزلہ بڑا ہولناک تھا اور اس کے حالات پڑھ کر ہم حیران ہوتے تھے لیکن کوئٹہ کے زلزلہ نے انہیں مات کر دیا ہے"۔
"یہاں اس خدائی تصرف کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ جہاں اس زلزلہ کے نتیجہ میں کوئٹہ کی آبادی کا اسی نوے فیصدی حصہ لقمہ اجل ہوا وہاں خدا کے فضل و عنایت سے جماعت احمدیہ کوئٹہ کا نقصان صرف ۱۲ فیصدی کے قریب تھا .... اور اکثر احمدی گھرانے بالکل محفوظ و مصئون رہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے احمدیوں کی یہ خصوصی حفاظت ایک خارق عادت بات تھی اور عقل و بصیرت رکھنے والوں کے لئے ایک عظیم الشان نشان"۔
(تاریخ احمدیت جلد ہشتم)

۱۹۴۷ء میں تقسیم برصغیر کے موقعہ پر جانی و مالی نقصانات بے اندازہ ہوئے وہاں خواتین کی بے حرمتی اور معصوم بچوں کا قتل بھی بے دریغ ہوا۔ مغربی پنجاب کے دوسرے مسلمانوں کی طرح احمدیوں کو بھی قیامت صغریٰ سے دوچار ہونا پڑا اور واہگہ سے لے کر دہلی تک کا علاقہ ان کے لئے میدان کرب و بلا بن گیا مگر خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرت اور حفاظت کا ہاتھ ہر جگہ ان کے لئے کار فرما رہا۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے احمدی خواتین کا دامن عصمت و حرمت ننگ انسانیت ظالموں اور بد سگالوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہا۔ وہاں جماعت احمدیہ کا جانی نقصان بھی نسبتاً بہت ہی کم ہوا۔ اکثر و بیشتر جماعتیں پیدل یا فوجی ٹرکوں یا گاڑیوں میں بحفاظت پاکستان پہنچیں۔ بعض جماعتوں (مثلاً کپور تھلہ وغیرہ) کی نسبت افواہ پھیل گئی کہ ان کے اکثر افراد مارے گئے ہیں مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ صرف ایک احمدی شہید ہوا ہے۔
(تاریخ احمدیت جلد یازدہم)

۸ جولائی ۱۹۳۵ء کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لخت جگر صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب پر قاتلانہ حملہ کر دیا گیا۔ حملہ آور قادیان کے ایک تکیہ کے فقیر کا بیٹا تھا اور آوارہ گرد شخص تھا۔ دھات کا سم چڑھی لاٹھی سے حضرت صاحبزادہ صاحب پر وار کیا گیا .... آپ نے نہایت جانبازی اور بہادری سے اپنے ہاتھ سے تھام لیا۔ حملہ آور بھاگ گیا اور آپ خدا کے فضل و کرم سے معجزانہ طور پر بچ گئے۔
(تاریخ احمدیت جلد ہفتم)

۲۱ جنوری ۱۹۵۴ء کراچی سے ۷۵ میل دور پاکستان میل کو حادثہ پیش آیا۔ پٹرول لے جانے والی گاڑی کے ایک ڈبہ کا پاکستان میل سے ہولناک تصادم ہوا اور آگ لگ گئی جس کے شعلوں نے پاکستان میل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وقت تیز ہوا چل رہی تھی جلتا ہوا پٹرول بھڑک اٹھا اور گہرے دھویں کے تین سو فٹ بلند اور سیاہ بادل فضا میں چھا گئے .... چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب وزیر خارجہ پاکستان بھی اس ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ آپ کا سیلون اس گاڑی کے آخر میں تھا۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ معجزانہ طور پر محفوظ رہے۔
(تاریخ احمدیت جلد ہفدہم)

۱۰ مارچ ۱۹۵۴ء نماز عصر کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ عبدالحمید نامی ایک شخص نے چاقو کا وار گردن پر شہ رگ کے قریب دائیں طرف کیا جس سے گہرا گھاؤ پڑ گیا۔ حضرت امام جماعت احمدیہ زخم لگنے کے فوراً بعد بہتے ہوئے خون کے ساتھ چند احباب کے سہارے سے اپنے مکان تشریف لے گئے۔ خون کو ہاتھ سے روکنے کی پوری کوشش کے باوجود راستہ میں سیڑھیوں میں خون مسلسل بہتا گیا۔ .... خدا تعالیٰ نے اپنے فضل، اپنی قدرت اور اپنی صفت احیاء کا غیر معمولی نظارہ دکھایا اور اس بندہ درگاہ عالی کو خارق عادت رنگ میں بچا لیا۔

مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ بنگلہ دیش تحریر فرماتے ہیں:۔
"بنگلہ دیش میں حالیہ طوفان میں بہت جانی اور مالی نقصان ہوا ہے۔ چٹاگانگ کا علاقہ اس نقصان کا خاص ہدف تھا مگر مولیٰ کریم نے محض اپنے فضل و کرم سے جملہ احمدی بھائیوں کو جانی نقصان سے معجزانہ طور پر بچایا ہے اور احمدی بھائی طوفان کے بعد اپنے بنگلہ دیشی بھائیوں کی بغیر تفریق مذہب و ملت خدمت میں مصروف ہیں"۔
(الفضل ۱۳ جون ۱۹۹۱)

مہدی موعودؑ کی پیش گوئی پر ایک سو سال گزرنے پر جماعت احمدیہ کی تقریب

گیمبیا میں جماعت احمدیہ کے امیر مولانا داؤد احمد حنیف نے سوموار کے دن یہاں ایک پریس کانفرنس بلائی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امام مہدی اور مسیح موعود کے بارہ میں ایک پیش گوئی پر پورے ایک سو سال گزرنے پر بلائی گئی تھی۔
اس کانفرنس میں امیر نے بتایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ۱۴۰۰ سو سال قبل یہ پیش گوئی فرمائی تھی کہ اس مصلح عظیم کی بعثت کے وقت سورج اور چاند کو گرہن لگے گا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ پیش گوئی ۱۸۹۴ء میں پوری ہو گئی تھی۔ یہی وہ سال ہے جس میں سورج گرہن اور چاند گرہن دونوں کا قادیان کے لوگوں نے مشاہدہ کیا۔ یہ گرہن پیش گوئی میں دئے گئے ایام میں رونما ہوئے۔ قادیان جو امام مہدی کی جائے پیدائش ہے پنجاب انڈیا میں واقع ہے۔
امیر نے بتایا کہ ساڑھے بارہ سو سال پہلے کی اس پیش گوئی کا پورا ہونا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا واضح ثبوت ہے۔
احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن گیمبیا کی پریس ریلیز کے مطابق اس سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس عظیم پیش گوئی کے پورا ہونے کی وجہ سے مسیح اور مہدی کے واحد دعویدار جنہوں نے اس نشان کو اپنے لئے مخصوص قرار دیا سچے تھے۔ احمدیہ جماعت ۱۰ ملین کی تعداد میں ۱۳۵ ممالک میں پھیلی ہوئی ہے اور دنیا بھر میں اس پیش گوئی پر سو سال پورا ہونے پر تقریبات منعقد کر رہی ہے۔
(گیمبیا ویکلی، ۲۵ مارچ ۱۹۹۴ء)
(اردو ترجمہ۔ رشید احمد چوہدری)

جماعت احمدیہ کا سالانہ اجتماع اختتام پذیر ہو گیا

احمدیہ مسلم جماعت گیمبیا کا انیسواں سالانہ جلسہ مورخہ ۲ اپریل بروز ہفتہ بخیر و خوبی نصرت ہائی اسکول بندن کا کوندا میں اختتام پذیر ہو گیا۔
جلسہ کی آخری نشست میں جماعت احمدیہ گیمبیا کے امیر مولانا داؤد احمد حنیف نے حاضرین کو حقوق اللہ کی طرف توجہ دلائی اور انہیں کہا کہ وہ دین اسلام کی تبلیغ کے لئے اپنی کوششوں کو تیز تر کر دیں اور دنیا میں امن کے قیام کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔
اس آخری اجلاس کی صدارت وزیر اطلاعات و سیاحت جناب الکالی جیمز گے کر رہے تھے۔ جنہوں نے اپنے خطبہ صدارت میں جماعت احمدیہ کے کاموں کی تعریف فرمائی اور کہا کہ یہ جماعت عوام کی خدمت کے لئے میدان میں آئی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ متحد ہو کر ملک کی سلامتی، امن اور خوشحالی کے لئے دعا کریں۔ جلسہ میں سینیگال پارلیمنٹ کے ممبروں نے بھی تقاریر کیں جنہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ وہ جماعت احمدیہ کے کاموں سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ اور امید ظاہر کی کہ جماعت احمدیہ اسی قسم کی سرگرمیاں سینیگال میں بھی کرے گی۔ جلسہ میں مختلف قبائلی چیف اور اماموں کے علاوہ جناب رشید احمد صاحب، ہائی کمشنر پاکستان نے بھی خطاب فرمایا۔
جلسہ کے اگلے دن مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا جہاں تعلیمی، تربیتی اور معاشی ترقی کے لئے تجاویز پر غور کیا گیا اور آئندہ سال یعنی ۹۵-۱۹۹۴ء کے لئے بجٹ منظور کیا گیا۔
(آبزرور مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۹۴ء)
(اردو ترجمہ۔ رشید احمد چوہدری)

Kenssy
Fried Chicken
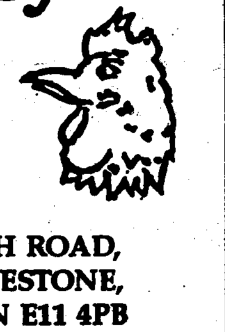
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

SUPPLIERS OF CATERING MATERIAL FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS
ABBA

CATERING SUPPLIES
081 574 8275
081 843 9797

خطبہ جمعہ

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی نصیحتوں میں بھی قیامت تک کے لئے بنی نوع انسان کی امن کی ضمانتیں دی گئی ہیں۔ اس ضمانت کے نیچے آجائیں، اسی کا سایہ ہے جو امن بخشے گا

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۸ اپریل ۱۹۹۴ء مطابق ۲۶ شوال ۱۴۱۴ ہجری قمری / ۸ شہادت ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام بیت السلام فرانس

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْاَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورۃ انفال آیت ۶۴)

آج کے خطبے کے ساتھ بعض اجتماعات کا اعلان بھی کرنا ہے جو مختلف دنیا کے ممالک میں اس وقت منعقد ہو رہے ہیں۔ سب سے پہلے تو مجلس خدام الاحمدیہ ضلع میرپور آزاد کشمیر کی طرف سے اطلاع ہے کہ ان کا خدام کا اجتماع اور مجلس اطفال الاحمدیہ ضلع سرگودھا اور مجلس انصار اللہ ضلع جھنگ کا سالانہ اجتماع کل یعنی گذشتہ روز سے شروع ہے اور آج انشاء اللہ بروز جمعہ اختتام پذیر ہوگا۔ مجلس خدام الاحمدیہ فرانس کا آٹھواں سالانہ اجتماع آج ۸ اپریل سے شروع ہو رہا ہے اور انشاء اللہ دو دن جاری رہے گا اسی طرح مجلس انصار اللہ فرانس کا اجتماع بھی خدام ہی کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ کا (Cote De Ivore اس کو کہتے ہیں) ان کا تین روزہ سالانہ جلسہ آج ۸ اپریل سے شروع ہو رہا ہے اور دس اپریل تک جاری رہے گا۔ چونکہ آج فرانسیسی بولنے والے ممالک کے اجتماعات کی اکثریت ہے اس لئے انہیں اپنی ٹوٹی پھوٹی فرانسیسی زبان ہی میں میں مبارکباد دیتا ہوں۔

Je vous souhaite beaucoup de succès à l'occasion de votre Jalsa.

اس کے بعد گوئٹے مالا ہے۔ گوئٹے مالا میں ایک بہت ہی عظیم الشان اجتماع منعقد کیا جا رہا ہے جس کا تعلق چاند سورج گرہن کی پیش گوئی سے ہے۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے بہت عمدہ ملک گیر انتظامات کئے ہیں کہ کثرت کے ساتھ نمائندگان وہاں پہنچیں اور سارے گوئٹے مالا کو اطلاع ہو جائے کہ آج سے سو سال پہلے ایک عظیم الشان پیش گوئی اپنی انتہائی شان اور غیر معمولی چمک دمک کے ساتھ پوری ہوئی، جو پیش گوئی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے اس وقت سے تیرہ سو سال پہلے اپنے مہدی کی نشانیوں کے طور پر بیان فرمائی تھیں۔ پس ان سب اجتماعات کو میں اپنی طرف سے اور عالمگیر جماعت احمدیہ کی طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور مبارکباد کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا اور یہ آپ کا ارشاد الحکم جلد نمبر ۶ نمبر ۲۹ صفحہ ۵۔ ۱۷ اگست ۱۹۰۲ء سے لیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

"ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی اور کَزَرْعٍ یعنی کھیتی کی طرح ہوگی اور وہ مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں جو زمین میں بویا جاتا ہے اور وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس کو پہنچانا چاہتا ہے ابھی بہت دور ہیں۔ وہ حاصل نہیں ہو سکتے جب تک وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو اس سلسلہ کے قیام سے خدا کا منشاء ہے۔ توحید کے اقرار میں بھی خاص رنگ ہو۔ تبتل الی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو۔ ذکر الٰہی میں ایک خاص رنگ ہو اور حقوق اخوان میں خاص رنگ ہو۔"

اس میں وہ چار مقاصد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے ہیں جن کے حصول کے بغیر جماعت احمدیہ اپنی بعثت کی غرض کو پورا نہیں کر سکتی اور ان میں سے پہلے تین مقاصد کو ایک ایک کر کے میں نے اپنے خطبات کا موضوع بنایا۔ سب سے پہلے ایک سلسلہ "توحید باری تعالیٰ" کے موضوع پر خطبات کا شروع ہوا۔ پھر اس کے بعد اسی ترتیب سے "تبتل الی اللہ" کی باری آئی۔ اور تبتل الی اللہ کے موضوع پر بھی ایک سلسلہ خطبات کا جاری رہا۔ پھر آج سے پہلے تیسرے نمبر پر "ذکر الٰہی میں ایک خاص رنگ ہو" کے موضوع پر میں نے جماعت کو مخاطب کیا اور جس حد تک بن پڑی بڑی تفصیل سے اور گہرائی میں جا کر ذکر الٰہی کے موضوع کو جماعت پر خوب روشن کیا۔

آج اب آخری سلسلے کی باری آئی ہے یعنی حقوق اخوان میں بھی خاص رنگ ہو۔ یعنی یہ تمام باتیں جب پوری ہو جائیں۔ توحید کا خالص اقرار ہی نہیں بلکہ توحید کو اپنے رگ و پے میں سمو دیا جائے اور ہماری زندگی میں توحید سرایت کر جائے پھر اللہ کی طرف تبتل ہو اور دنیا سے انقطاع کر کے خالصۃً خدائے واحد کی طرف رجوع ہو پھر اس کے نتیجے میں ذکر الٰہی میں انسان بہت ترقی کرے۔ جب یہ تینوں منازل طے کر لے تب وہ اس قابل ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کے حقوق ادا کر سکے۔ اس کے بغیر بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرنے کا کسی انسان سے کوئی تصور نہیں باندھا جا سکتا، کوئی امید وابستہ نہیں کی جا سکتی۔

پس اب میں حقوق اخوان سے متعلق آپ کے سامنے بعض بنیادی امور رکھتا ہوں لیکن اس سلسلے میں جو ذہنی ترتیب میں نے دی ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے جماعت احمدیہ کو آپس میں ایک دوسرے سے محبت اختیار کرنے کی تلقین کی جائے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی یہی تعلیم ہے کہ اسلام پہلے گھر سے شروع ہوتا ہے۔ اسلام جو حقوق مسلمانوں کے دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے مقرر فرماتا ہے ان حقوق کی ادائیگی کے بغیر بنی نوع انسان کی بھلائی کا دعویٰ کرنا بالکل بے سود اور بے معنی ہوگا۔

پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے جو رحمۃ للعالمین تھے جہاں تمام بنی نوع انسان کے لئے اور تمام جہانوں کے لئے مبنی بر رحمت تعلیم دی اسی طرح آپ نے بلکہ اس سے پہلے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی طرف متوجہ فرمایا اور دراصل اس طرح امت مسلمہ کو تمام بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرنے کے لئے تیار کرنا مقصود تھا۔ پس اسی سنت کے مطابق میں نے پہلے ایسی احادیث چنی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے اقتباسات چنے ہیں جن میں جماعت کو آپس کے تعلقات سے متعلق نصیحتیں ہیں اور ان کو بتایا گیا ہے کہ کون کون سے امور ہیں جن کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ کون کون سے تعلقات کے مقاصد ہیں جنہیں وہ حرز جان بنائے رکھیں یعنی اپنی جان کی طرح اپنے سینے سے لگائے رکھیں۔ یہ مقصد اگر جماعت کے اندر حاصل ہو جائے تو پھر تمام بنی نوع انسان کو جماعت کا فیض خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بلا تمیز مذہب و ملت، قوم اور رنگ و نسل عام طور پر پہنچے گا اور اس ذریعے سے ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اعلیٰ مقاصد یعنی تمام بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

عمومی تعلقات اور باہمی معاملات میں اخلاق سے متعلق جیسی پیاری تعلیم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو عطا فرمائی ہے آپ تمام بنی نوع انسان کے مذاہب پر نظر ڈال کر دیکھ لیں، اول سے آخر تک نظر دوڑائیں، آپ کو حقیقت میں ایسی پیاری تعلیم اتنے حسین انداز میں کوئی اور نبی دیتا ہوا دکھائی نہیں دے گا۔ حالانکہ یہ امر واقعہ ہے کہ ہر نبی نے ویسی ہی تعلیم دی، اس سے ملتی جلتی تعلیم دی اور سب کے مقاصد بنیادی طور پر ایک تھے مگر جیسا کہ آپ اس تعلیم کو خود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے الفاظ میں سنیں گے، آپ کا دل گواہی دے گا کہ سب تعلیم دینے والوں میں سب سے آگے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم ہیں۔ آپ کا انداز بیان بہت ہی دلنشیں ہے۔ آپ کی بات تقویٰ کی گہرائی سے اٹھتی ہے اور گہرا دل پر اثر کر جاتی ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اور یہ ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم فرماتے تھے مومن دوسرے مومن کے لئے مضبوط عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت دیتا ہے اور مستحکم بناتا ہے آپ نے اس مفہوم کو واضح کرنے کے لئے اپنی انگلیوں کی کنگھی بنائی اور اس طرح اس عمارت کی گرفت کے مضبوط ہونے

کی طرف اشارہ فرمایا۔ (یوں کنگھی بنائی اور مضبوط ہاتھوں سے یوں تھام کر بتایا کہ مومن اس طرح ایک دوسرے میں پیوستہ ہوتے ہیں اور اس طرح ان کے اندر باہمی طاقت پیدا ہوتی ہے)۔ پس تمام کامیابیوں کی جڑ یہ اتحاد ہے جس کی طرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے زبان سے بھی نصیحت فرمائی اور ہاتھ کے اشارے سے بھی مضمون کو خوب کھول دیا۔ (بخاری کتاب الصلوۃ باب تشبیک الاصابع فی المسجد)

ہر وہ مومن جو ایک دوسرے سے تعلقات میں ایسی مضبوطی رکھتا ہے جیسے ایک ہی انسان کے دو ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہوجاتی ہیں وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے مقاصد کی پیروی کرنے والا ہے۔ جو ایسی طرز اختیار کرتا ہے کہ انگلیاں باہم پیوست ہونے کی بجائے ایک دوسرے کو کاٹنے لگیں اور ایک دوسرے کے مخالف ہوجائیں اس کا حقیقت میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم سے تعلق کاٹا جاتا ہے۔ پس ہر وہ حرکت جو جماعت کی اجتماعیت کو طاقت بخشے، اجتماعیت کو مضبوط تر کرے، وہی حرکت ہے جو سنت نبوی کے تابع ہے۔ ہر وہ حرکت خواہ وہ قول ہو یا فعل ہو اس مضمون کے مخالف ہو، وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی سنت کے مخالف بات ہے۔ پس اب سے اس بات کو سننے کے بعد اپنی زبانوں پر بھی نگاہ رکھیں، اپنے اعمال اور افعال پر بھی نگاہ رکھیں، اپنے تعلقات کو اس حدیث کے تابع کر دیں تاکہ جماعت احمدیہ متحد ہو کر پھر تمام بنی نوع انسان کو ایک ہاتھ یعنی محمد مصطفیٰؐ کے ہاتھ پر اکٹھا کرنے کی سعی کر سکے۔

ایک اور حدیث مسلم کتاب البر سے لی گئی ہے یہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ مومنوں کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے میں، ایک دوسرے پر رحم کرنے اور ایک دوسرے سے مہربانی سے پیش آنے میں ایک جسم کی سی ہے جس کا ایک حصہ اگر بیمار ہو تو اس کی وجہ سے سارا جسم بیداری اور بے چینی اور بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ (مسلم کتاب البر والصلة باب تراحم المومنین وتعاطفهم وتعاضدهم)

آج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی سچی غلام، آپ کی طرف منسوب ہونے کا حق رکھنے والی جماعت اگر ہے تو وہ عالمگیر جماعت احمدیہ ہے

بہت ہی پیاری مثال ہے اور ایک ایسی مثال ہے جسے ہر انسان اپنی ذات کے حوالے سے بہترین رنگ میں سمجھ سکتا ہے۔ ایک انسان کے پاؤں کی انگلی کے کنارے پر بھی درد ہو، ناخن کا آخری حصہ بھی بے چین ہو، تو سارا جسم بے چین ہوجاتا ہے۔ بعض دفعہ ایسے مریض میں نے دیکھے ہیں جن کے پاؤں کی انگلی کے ایک کونے میں کوئی گہرا زخم ہے، وہاں ٹیس اٹھتی ہے، بعض دفعہ بغیر زخم کے بھی ٹیس اٹھتی ہے اور ساری رات وہ سو نہیں سکتے۔ وہ بے قرار ہو کر آتے ہیں کہ اس بیماری نے ہمیں مصیبت میں ڈال رکھا ہے حالانکہ وہ پاؤں کی انگلی کا ایک کنارہ ہے۔ اور اگر ایسا ناسور ہوجائے کہ اسے کاٹ پھینکنا پڑے تو ساری روح بے چین ہوجاتی ہے اور انسان ہزار کوشش کرتا ہے، لاکھ جتن کرتا ہے کہ کسی طرح کوئی ایسا حکیم، کوئی ایسا ڈاکٹر، کوئی ایسا قابل طبیب میسر آجائے جو ہماری انگلی کو کاٹنے سے بچالے۔ پس یہ وہ کیفیات ہیں جو ہر انسان جانتا ہے، روزمرہ کے تجربے میں داخل ہے۔ اور اس سے اچھی مثال مسلمانوں کو ایک دوسرے سے ہمدردی کی دی جا ہی نہیں سکتی۔ اس سے اچھی مثال کسی انسان کے تصور میں آ ہی نہیں سکتی۔ زیادہ سے زیادہ لوگ مثالیں دیتے ہیں بچوں کے پیار کی یا دوسرے محبت کے رشتوں کی۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی مناسب حال مثال مسلمانوں کی اجتماعی شکل کے اوپر چسپاں ہونے والی نہیں دی جا سکتی۔

اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ عالمگیر پر ایک احسان ہے اور اس احسان میں وہ تمام دنیا کی دوسری جماعتوں سے ممتاز ہے اور وہ لوگ جو فراست رکھتے ہیں ان کے لئے حق کی پہچان کے لئے ایک بڑی دلیل ہے کہ اگر پاکستان میں کسی ایک جگہ بھی کسی احمدی پر ظلم ہوتا ہے تو تمام دنیا کی جماعتوں میں بے چینی پھیل جاتی ہے۔ افریقہ کی ایسی دور دراز جماعتیں جہاں جدید ذرائع کی سہولتیں بھی نہیں پہنچیں۔ نہ سڑکیں ہیں، نہ تار ہے، نہ ٹیلیفون ہے، نہ دیگر آرام ہیں۔ جنگل کی بے آرامی میں وہ لوگ زندگی بسر کرتے ہیں مگر جب ان کو یہ اطلاع ملتی ہے کہ ہمارے بھائیوں میں سے کسی پر کسی ملک میں کہیں ظلم ہوا ہے تو شدید بے چین ہوجاتے ہیں اور پھر ان کی طرف سے مجھے خط آنے لگتے ہیں، مجھ سے ہمدردیاں کرتے ہیں، دعائیں دیتے ہیں۔ کہتے ہیں اللہ کرے کہ جلد جماعت کے ان مظلوموں کی تکلیف دور ہو۔ جب کسی تکلیف کے دور ہونے کی خبر ملتی ہے تو بجلی کی لہروں کی طرح خوشیوں کی ایک برقی رو سی دوڑ جاتی ہے اور ہر طرف سے ایک مسرت کا احساس ہونے کی اطلاعیں بھی ملنے لگتی ہیں چنانچہ ہمارے اسیران راہ مولا جب آزاد ہوئے ہیں تو میں نے تو شروع میں اشارۃً ہی ٹیلی ویژن پر اس کا اعلان کیا تھا مگر جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے فراست عطا فرمائی ہے وہ خاص انداز کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہی خوشخبری ہوگی کہ جماعت احمدیہ کے پرانے اسیر آزاد ہوئے ہوں گے۔ اس کا دکھ ان کو زیادہ تھا اور یہ ان کا دریافت کرلینا اس پہلی بات پر بھی روشنی ڈال رہا ہے کہ ان کو گہری محبت تھی، گہرا تعلق تھا، اس غم میں مبتلا رہتے تھے۔ جب دیکھا کہ میں نے کہا کہ ایک بہت بڑی خوشخبری میں جماعت کو دینے والا ہوں تو انہوں نے یقین کرلیا کہ یہ وہی خوشخبری ہوگی اور پھر اس پر ایسی مسرت کا اظہار کیا ہے کہ اپنے قریبیوں، عزیزوں، رشتے داروں کی بعض خوشیوں پر بھی اس طرح عالمگیر مسرت کا اظہار نہیں ہوا، نہ ہو سکتا ہے بلکہ چھوٹے گاؤں میں بھی خوشیاں جب پہنچتی ہیں تو اس قدر مسرت نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ہم نے تو عیدیں منائی ہیں آپ تو کہتے تھے کہ عید کے بعد ایک عید بعد میں آئے گی دو مہینے دس دن کے بعد۔ ہم نے تو یہ عید دیکھ لی اور عید پر عید یہ ہر روز عید بن چکی ہے۔ ایسا نشہ ہے اس خوشی کا کہ بچے بڑے سب اس میں مگن ہیں، ایک مستی کا عالم طاری ہے۔ پس یہ ثبوت ہے کہ آج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی سچی غلام آپ کی طرف منسوب ہونے کا حق رکھنے والی جماعت اگر ہے تو وہ عالمگیر جماعت احمدیہ ہے کیونکہ یہ نشانی جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے اپنے غلاموں کی اور سچے مومنوں کی بیان فرمائی ہے یہ آج جماعت احمدیہ کے سوا دنیا کی کسی اور جماعت پر اس طرح چسپاں نہیں ہوتی۔

بوسنیا کے مظلوموں کا جیسا غم جماعت احمدیہ نے کیا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ یہ اندرونی تربیت اس پختگی کو پہنچ چکی ہے کہ جماعت کے دائرے سے چھلک کر عام مسلمانان عالم کی ہمدردی میں تبدیل ہو چکی ہے اور یہی وہ رخ ہے جس کی طرف جماعت کو میں بہت کوشش کے ساتھ دن بدن آگے بڑھا رہا ہوں تاکہ یہ چار مقاصد جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائے ہیں، یہ پورے ہوں تو ہم اس بات کے لئے پوری طرح مستعد اور تیار ہوجائیں گے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کا فیض آج ہمارے ہاتھوں تمام دنیا میں بانٹا جائے اور تمام دنیا کو ہم ایک امت واحدہ میں تبدیل کردیں، اور یہ ضروری تھا کہ ہم پہلے خود ایک ہوجاتے اور مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ آثار ظاہر ہوچکے ہیں کہ ہم ایک امت واحدہ بن چکے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ وہ گہری ہمدردی رکھتے ہیں جس کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔

ہر وہ حرکت جو جماعت کی اجتماعیت کو طاقت بخشے، اجتماعیت کو مضبوط تر کرے، وہی حرکت ہے جو سنت نبوی کے تابع ہے

ایک اور حدیث ہے جو بخاری کتاب المظالم باب لا یظلم المسلم المسلم سے لی گئی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ تو وہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ یعنی اس کی مدد کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرتا ہے۔ جو شخص کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن پردہ پوشی فرمائے گا۔

یہ حدیث ترتیب میں پہلی حدیث کے بعد ہی آنی چاہئے تھی اور اس کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔ وہ شخص جو خود تکلیف میں مبتلا ہو وہ چین پا ہی نہیں سکتا جب تک اس تکلیف کو دور نہ کرے۔ اور کوئی شخص اپنے وجود کے کسی حصے پر خود ظلم نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے بہت مشکل ہے کہ بعض دفعہ ضرورت کے وقت بھی اپنے جسم کو تکلیف پہنچائے۔ اگر کانٹا نکالنا ہو اور اس کے لئے سوئی چبھونی پڑے تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں اور اکثر ہم میں سے جانتے ہیں کہ انسان کتنی کتنی احتیاطوں سے اس سوئی کی نوک کو زخم کے منہ میں داخل کرتا ہے تاکہ اس کی نوک پر آجائے اور بغیر تکلیف کے وہ باہر نکل آئے۔ اور ذرا سی بے احتیاطی ہو تو انسان تڑپ اٹھتا ہے۔ پس مومن کو جب یہ ذاتی تجربہ حاصل ہو گیا اور تمام مسلمانوں کی جماعت کی مثال ایک مومن کی ذات سے دے دی گئی تو اس کا طبعی نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے مومن پر انسان ظلم کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جیسے اپنے بدن کو انسان تکلیف نہیں پہنچا سکتا اس طرح اپنے بھائی کو اگر وہ تکلیف پہنچائے تو وہ سچا مومن نہیں ہو سکتا۔ وہ اس مثال کی حدوں سے باہر جا پڑے گا جو مثال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے مومنوں کی جماعت یعنی اپنے سچے حقیقی غلاموں کی جماعت کے متعلق دی ہے۔ پس یاد رکھیں اول تو یہ توقع ہے، یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کو آپ سے توقع ہے کہ آپ اپنے کسی بھائی کو کسی نوع کا دکھ

M.A. AMINI TEXTILES

SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED CRIMPLENE, 90" PRINTED COTTON, QUILT COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS, BED SETTEE COVERS

PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET, BRADFORD BD1 5JA

TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469

81/ 83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ

TEL: 0532 481 888 - FAX NO. 0274 720 214

نہیں پہنچائیں گے۔ "پہنچائیں گے" کی نصیحت میں ایک اور بات ہے، آپ کو یہ توقع ہے کہ "پہنچا سکتے" نہیں ہیں کیونکہ اس معاملے میں آپ بے اختیار ہیں۔ ہر بھائی آپ کے بدن کا جزو بن چکا ہے جو تکلیف آپ اس کو پہنچائیں گے وہ آپ کو محسوس ہوگی اور جو تکلیف مجبوراً پہنچانی پڑے وہ ضرور محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً بعض دفعہ انگلی کاٹنی پڑتی ہے اور میں ذاتی تجربے سے اس بات کا گواہ ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ قول سو فیصد بعینہ سچا ہے کیونکہ بعض دفعہ جب ایسی کاروائی کرنی پڑے کہ ایک شخص کو اس کے مسلسل ظلم کی وجہ سے جماعت سے کاٹ کر الگ پھینکنا پڑے تو اسی طرح تکلیف پہنچتی ہے جیسے اپنے بدن کے کسی عضو کو کاٹ کر باہر پھینکنا پڑے۔

پس یہ وہ مثال ہے جو آپ کے اوپر کامل طور پر صادق آنی چاہئے اور پہلی توقع یہ ہے کہ آپ اپنے بھائی پر ظلم کر ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ تو آپ کا جزو بدن بن چکا ہے۔ دوسری یہ کہ اگر وہ تکلیف میں مبتلا ہو تو اس سے بے نیاز ہو کر آرام نہیں کر سکتے۔ جہاں جو تکلیف آپ کے سامنے آئے اور دور کرنے کے لحاظ سے آپ کی حد میں ہو، آپ کی پہنچ میں ہو، آپ ضرور کوشش کریں۔ اور اس پہلو سے بھی میں بہت مطمئن ہوں۔ اگرچہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جماعت میں جو ظلم کرتے ہیں اور دوسروں کے حق بھی چھینتے ہیں، اگرچہ ایسے لوگ بھی ہیں جو تکلیف دور کرنے کی بجائے تکلیف پہنچانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں، ان کے شر سے جماعت محفوظ نہیں رہتی مگر ایسے لوگ وہ ہیں جن کو رفتہ رفتہ تقدیر الٰہی نتھار کر ایک طرف کرتی چلی جارہی ہے اور رفتہ رفتہ وہ ننگے ہو کر جب سامنے آتے ہیں تو وہ اپریشن کرنا پڑتا ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ مگر اس اپریشن کی دو قسمیں ہیں یہ میں آپ کو اچھی طرح سمجھا دوں۔ ایک قسم یہ ہے کہ اپنا جزو بدن کاٹا جارہا ہے، ایک قسم یہ ہے کہ غیر آپ کے بدن میں داخل ہے اور اس حد تک غیر اور تکلیف دہ ہے کہ آپ اسے نکال باہر پھینکنے میں راحت محسوس کرتے ہیں، دکھ محسوس نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ وہ آثار ظاہر ہو چکے ہیں کہ ہم ایک امت واحدہ بن چکے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ وہ گہری ہمدردی رکھتے ہیں جس کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا

پس دو قسم کے لوگ ہیں جن کو بالآخر جماعت سے باہر نکالنا پڑتا ہے۔ ایک وہ جو شریر ہیں جو فساد رکھتے ہیں اور فساد کرتے ہیں وہ لوگ جن کا حقیقت میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کی جماعت یعنی جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں رہتا بلکہ وہ بیرونی شریر ہیں جو جماعت میں گھس کر فتنہ پردازیوں سے کام لیتے ہیں اور محض ایک لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ ایسے لوگوں کو نکالنے کا دکھ نہیں ہوتا بلکہ جماعت، جس کو وہ تکلیف پہنچا رہے ہوتے ہیں ان کی راحت کے خیال سے دل کو راحت پہنچتی ہے اس لئے فرضی طور پر ایک بات اس رنگ میں نہیں کہنی چاہئے کہ گویا بہت اچھی بات کہی جارہی ہے خواہ حقیقت سے اس کا تعلق نہ ہو۔ پس میں ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ بات کرتے وقت یہ احتیاط کی جائے کہ حقیقت کے دائرے سے وہ بات باہر نہ نکلے۔ پس ہر اپریشن کا دکھ نہیں پہنچتا۔ بعض جراحی کے عمل ایسے ہیں جن سے حقیقتاً راحت محسوس ہوتی ہے اور اس راحت کو محسوس کرنے میں مجھے کبھی کوئی شرم محسوس نہیں ہوئی۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ فتنہ پرداز اس جرم کی حد کو پہنچ چکا ہے کہ جس کے بعد یہ ہمارا جزو بدن نہیں رہا بلکہ غیر ہے جو اندر داخل ہو کر ان کو جو جزو بدن ہیں تکلیف پہنچا رہا ہے۔ پس جب ایک شیشے کا ٹکڑا پاؤں میں سے کھینچ کر باہر نکالا جائے، جب کہ ایک کانٹا نکالا جائے، جب کوئی دبی، چھپی ہوئی گولی اندر سے نکال کر باہر کی جائے تو کبھی تکلیف نہیں پہنچتی۔ یہ جھوٹ ہو گا اگر آپ یہ کہیں کہ ہمارے بدن سے ایک چیز نکلی اور ہمیں بڑا دکھ پہنچا۔ راحت محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس سارے ماؤف حصے کو چین آجاتا ہے جہاں اس بیرونی چیز نے ایک مصیبت بپا کر رکھی تھی۔ دکھ ان کا ہوتا ہے جو بعض دفعہ غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ جماعت احمدیہ کا ہی جزو رہتے ہیں جماعت سے نکالنا ان کو بے قرار کر دیتا ہے، ان کی زندگیاں ان پر اجیرن ہو جاتی ہیں وہ جزو بدن ہی ہیں۔ لیکن بعض مجبوریوں کے پیش نظر بعض ایسی غلطیوں کے پیش نظر جن کو نظام جماعت نظر انداز نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہوتا ہے، انہیں جب نکالنا پڑتا ہے یا انہیں جب سزا دینی پڑتی ہے تو حقیقتاً ایسی ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسے اپنے کسی بدن کے حصے کو انسان سزا دینے پر مجبور ہو جائے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں، "وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا"۔ تکلیف دور کرنا ایک الگ بات ہے۔ بے یار و مددگار نہ چھوڑنا ایک اور بات ہے۔ یعنی کئی لوگ آپ کو اپنی سوسائٹی میں ایسے دکھائی دیں گے جن کے پاس کوئی کام نہیں ہے، جو کئی قسم کی روزمرہ کی زندگی کی بقا کی جدوجہد میں تکلیفیں اٹھا رہے ہیں اور بظاہر وہ آپ سے الگ ہیں لیکن اگر ساری جماعت کو ان کی تکلیف کا احساس نہ ہو اور اپنے بے یار و مددگار بھائیوں کی مدد کے لئے ذہن بے چین نہ ہو اور بے قرار نہ ہو تو پھر اس حدیث کا پورا اطلاق ان پر نہیں ہو گا۔ مسلمان کا حصہ تو ہیں کیونکہ وہ دکھ نہیں پہنچاتے اور واضح کھلا کھلا دکھ اگر کسی کو پہنچ جائے تو مدد بھی کرتے ہیں، Accident ہو جائے یا اور بیماری کی تکلیف ہو تو کوشش کرتے ہیں کہ وہ دور کی جائے لیکن میں اس سے اگلے مقام کی بات کر رہا ہوں جس کی طرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ تم میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کا کوئی ناصر، کوئی معین، کوئی مددگار نہیں ہے۔ وہ اکیلے اپنی زندگی کی جدوجہد میں مخالف طاقتوں سے لڑ رہے ہیں اور مدد چاہتے ہیں مگر ہو سکتا ہے ان کی غیرت کا تقاضا ہو وہ آپ کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں۔ تلاش کریں ایسے لوگوں کو، نظر رکھیں ان پر، اور جو خدا تعالیٰ نے آپ کو صلاحیتیں بخشی ہیں، ان صلاحیتوں سے ان کو بھی حصہ دیں۔ اگر ایک شخص ہے جو تجارت کرنا نہیں جانتا اور آپ میں سے ایسا ہے جو تجارت کے فن سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مالا مال کیا گیا ہے، خوب اچھی طرح اسے تجارت کے داؤ پیچ آتے ہیں اور وہ اللہ کے فضل سے ان سے بہترین استفادہ کر رہا ہے تو اس کا اس حدیث کی رو سے یہ فرض ہو گا کہ وہ نظر دوڑائے، ایسے لوگ جو ان باتوں سے ناآشنا ہیں اور ضرورتمند ہیں، نہ ان کو نوکریاں مل رہی ہیں، نہ کوئی اور کام میسر ہیں، ان کو اپنے ساتھ لگائیں، پیار کے ساتھ رفتہ رفتہ ان کو سنبھالیں اور اپنے پاؤں پر کھڑا کریں۔

اپنے میں سے گرے پڑے ایسے لوگوں کی بحالی کے لئے کوشاں ہوں جو بعض مجبوریوں یا حادثات کے نتیجہ میں ایک حال کو پہنچ گئے ہیں۔ ان کے وقار اور عزت نفس کی حفاظت کی خاطر کوشش کریں کہ وہ کسی رنگ میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں

یہ جو نصیحت ہے اس ضمن میں ایک احتیاط کی بھی ضرورت ہے اور ضروری ہے کہ آپ کو جس راہ پر چلایا جائے اس کے گڑھوں سے بھی واقف کیا جائے۔ اس راہ پر چلتے ہوئے جو چور اچکے ان راہوں پر ڈاکے ڈالتے ہیں ان سے بھی واقفیت کرائی جائے ورنہ آپ آنکھیں بند کر کے یہ قدم اٹھائیں تو نقصان کا بھی خطرہ ہے۔ بعض لوگ اپنی بعض بدعادتوں کی وجہ سے اس حالت کو پہنچتے ہیں کہ ان کی مدد کرنا بھی نقصان کا سودا ہے۔ اور ان کو اگر آپ اپنی تجارت میں شامل کریں گے تو ہرگز بعید نہیں کہ آپ کو شدید نقصان پہنچا دیں۔ بعض لوگوں کو آرام سے زندگی بسر کرنے کی عادت ہو چکی ہوتی ہے۔ قرض لے کر وہ بے تکلفی سے کھاتے ہیں اور ان کو احساس نہیں ہوتا کہ جس بھائی سے وہ قرض لیا ہے اسکی بھی ضرورتیں ہیں۔ بعض تو بے حد مجبور ہیں، معمولی ضرورت کا قرض لیتے ہیں اور بے اختیار ہیں کہ واپس نہیں کر سکتے۔ ایسے بھائیوں کا فرض ہے جنہوں نے ان کو قرض دیا ہو کہ حتی المقدور ان سے نرمی کریں اور کوشش کریں کہ وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر ان کے بوجھ اتار سکیں، ان کے قرض اتار سکیں۔ لیکن اگر نہیں تو معاف کرنے کا بھی سوچیں لیکن یہ اور طبقہ ہے۔ ایک ایسا طبقہ ہے جس کا ہاتھ قرض میں کھلا ہوتا ہے اسکی روزمرہ کی زندگی کی ضرورت جس قناعت کے طریق سے پوری ہو سکتی ہے وہ نہیں پورا کرتے۔ وہ ایسا کھلا ہاتھ رکھتے ہیں جس کا خدا تعالیٰ نے ان کو حق نہیں دیا ہوا۔ ان کی معاشی حالت کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ ہاتھ روک کر، تنگی ترشی کے ساتھ گذارہ کریں، اپنے بچوں کا خیال رکھیں، اپنے مستقبل بنانے کی کوشش کریں۔ اس کی بجائے وہ کھلا ہاتھ خرچ کر کے یوں لگتا ہے جیسے بہت امیر کبیر لوگ ہیں ایسے لوگ تجارت کے لائق نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کی جب تک اصلاح نہ کی جائے اس وقت تک اگر ان کو تجارتوں میں آپ شامل کریں گے تو یہ آپ کو بھی نقصان پہنچائیں گے اس لئے جو کھلے دل کے تاجر ہیں ان کو یہ احتیاط لازم ہے کہ اگر کسی بھائی کی مدد کریں تو اس کی اخلاقی قدروں پر نظر ڈالیں۔ اسکی صلاحیتوں پر نظر ڈالیں اور اس ضمن میں قرآن کریم کا ایک راہنما اصول ہمارے سامنے رہنا چاہئے۔ قرآن کریم نے جہاں یتامیٰ کی خبرگیری کی تعلیم دی ہے وہاں یہ بھی فرمایا

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD,
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

ہے کہ اگر ایسے یتامی ہوں جن کا مال بحیثیت قوم کے تمہارے سپرد ہو یعنی ان کے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں، وہ چھوٹی عمر کے ہیں اور ان کے اموال ہیں جو قوم کے قبضے میں ہیں یعنی قوم کی طرف سے جو بھی نگران مقرر کئے گئے ہیں ان کے قبضے میں ہیں فرمایا وہ مال ان کو اس وقت تک نہیں لوٹانا جب تک ان میں رشد کے آثار نہ دیکھو، جب تک انہیں یہ سلیقہ نہ آجائے کہ خود اپنے مال کی کیسے حفاظت کی جاتی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان گہرا اقتصادی بقا کا اصول ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ مراد یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ مال ان کا ہے وہ کہہ سکتے ہیں تم کون ہوتے ہو ہمارے مال پر تسلط سے ہمیں روکنے والے۔ فرمایا کہ تم ان کو کہہ سکتے ہو کہ ہم تو کچھ نہیں لیکن ہمارا خدا تمہیں اس تصرف سے اس لئے روکتا ہے کہ تم اس بات کے اہل نہیں ہو۔ اس لئے قوم کو یہ حق دے دیا ہے کہ اپنے بیوقوفوں کے مال پر، ان کے اپنے مال پر بھی ان کو تصرف نہ کرنے دو جب تک رشد کے یعنی عقل اور فہم کے آثار ان میں نہ دیکھو۔ جب تک تربیت کرکے ان کو اس لائق نہ بنادو کہ وہ خود اپنے مال کی حفاظت کرسکیں۔ پس اگر وہاں یہ اصول ہے تو جہاں آپ اپنا مال دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑنے کا ارادہ رکھتے ہوں، خواہ وہ نیک نیتی سے رکھتے ہوں، وہاں یہ احتیاطیں بدرجہ اولیٰ لازم ہیں اگر ان احتیاطوں میں آپ نے پورے انہماک سے کام نہ لیا تو ایسے لوگ پھر نقصان بھی پہنچادیں گے اور پھر اکثر ایسے لوگ ناشکرے بھی رہتے ہیں۔ آپ ان کی مدد کریں گے، آپ ان کے سپرد کام کریں گے، کچھ پیسے کھاجائیں گے، کچھ تجارت کے مال کا نقصان پہنچاجائیں گے اور بعد میں باتیں بنائیں گے کہ ہمارا اس نے کھالیا ہے۔ ہم نے اس کی خاطر اتنی محنت کی، ہم نے اس کے لئے ایسے ایسے ٹھیکے حاصل کئے اور آخر پر نکلا یہ کہ ہمیں دھکے دے کر باہر نکال دیا۔ عمر بھر کی بدنامی آپ کے ساتھ لگی رہے گی۔ یہ تو درست ہے کہ اگر خدا کی خاطر آپ ایسا کریں گے، گرے پڑوں کو سہارا دینے کے لئے ایسا کریں گے تو آخرت کا اجر تو آپ کا یقینی ہے لیکن مومن کو تو "فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة" کی دعا کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ سکھایا گیا ہے کہ محض ایسے کام نہ کرو کہ آخرت میں جن کا اجر دیکھو، ایسے کام کرو اور ایسے نیک پھلوں کی دعائیں کرو کہ اس دنیا میں بھی تمہیں حاصل ہوں اور تمہارے لئے فائدہ مند ہوں اور آخرت میں تو بہرحال اس سے بہت زیادہ فوائد تمہارے انتظار میں، تمہاری امانت رکھیں گے۔ وہ کام گویا آپ کے نیک اجر کے امین بن جاتے ہیں۔

اپنی طبیعت کے تجسسات پر نفرت کی نگاہ ڈالیں۔ انکو چھوڑ دیں، یہ کمینی لذتیں ہیں ان سے گھروں کے امن اٹھ جاتے ہیں

توان معنوں میں میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے میں سے گرے پڑے ایسے لوگوں کی بحالی کے لئے کوشاں ہوں جو کسی بدعادت کی وجہ سے نہیں بلکہ بعض ایسی مجبوریوں یا حادثات کے نتیجے میں ایک حال کو پہنچ گئے ہیں۔ محض کچھ کچھ پیسے دے کر ان کو زندہ رکھنا ان کی عزت نفس کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک آپ ان کو خود اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں کرلیتے وہ سوسائٹی کا ایک معزز جزو نہیں بن سکتے۔ آپ کے نزدیک معزز ہو بھی جائیں تو ان کا اپنا ضمیر ان کو ہمیشہ ملامت کرتا رہے گا۔ اس لئے ان کے وقار اور ان کی عزت نفس کی حفاظت کی خاطر کوشش کریں کہ وہ کسی رنگ میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہوجائیں لیکن اس رنگ میں کوشش نہ کریں کہ خود تو کھڑے نہ ہوسکیں، آپ کو بھی لے ڈوبیں اور آپ کو بھی اس حال کو پہنچادیں جس حال کو وہ بدنصیب آپ پہنچے ہوئے ہیں۔ پس ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھ کر جس حد تک ممکن ہے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کریں کہ آپ اپنے بے یار و مددگار بھائی کو بے یار و مددگار نہ چھوڑیں۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنے بھائی کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے"۔ اور یہ بھی ایک ایسا ارشاد ہے جو سو فیصدی قطعیت کے ساتھ تجربے میں درست دکھائی دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص محض اپنی ضروریات کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے اور ہر وقت اس کے ذہن پر یہ دباؤ ہے کہ میری فلاں ضرورت پوری نہیں ہوئی، فلاں ضرورت پوری نہیں ہوئی، وہ خود بھی دعائیں کرتا ہے نیک ہونے کی وجہ سے، اور بسا اوقات مجھے بھی دعاؤں کے لئے لکھتا ہے، اور اس کی تمام شخصیت کھل کر میری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے کیونکہ اس کا فکر اس کا ہم و غم صرف اپنی ذات کے لئے ہے۔ ایک اور قسم کا احمدی بھی ہے جو اپنے لئے بھی دعا کے لئے لکھتا ہے، اپنے بعض دوسرے مجبور بھائیوں کے لئے بھی دعا کے لئے لکھتا ہے اور فکر کرتا ہے کہ اس کو یہ تکلیف ہے، اس کو یہ تکلیف ہے اس کے لئے بھی دعا کریں، اس کے لئے بھی دعا کریں۔ اس کی شخصیت بھی کھل کر میرے سامنے آجاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی غلامی کے دائرے میں شمار ہونے کے زیادہ لائق ہے کیونکہ وہ دوسروں کی فکر میں رہتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جو پھر اس فکر کو اور بڑھا کر دین کی فکر کو اتنا اپنے اوپر غالب کرلیتے ہیں کہ بعض دفعہ ان کے خطوں میں کسی اپنی ذاتی، کسی دوست کی ضرورت کا بھی کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ہر وقت یہ فکر ہے کہ دین کی یہ ضرورت پوری ہو، دین کی وہ ضرورت پوری ہو، جماعت کی تربیت میں کمزوری ہے، اللہ تعالیٰ توفیق بخشے کہ ہم اس کمزوری کو دور کرسکیں۔ تبلیغ میں یہ کمزوری ہے اور دیگر مسائل جماعت کے یہ ہیں پس ایسے لوگوں کے خط ان مشکلات کے ذکر سے بھرپور ہوتے ہیں جو ان کی ذات سے تعلق نہیں رکھتیں۔ ایسے لوگ کیا گھاٹا کھانے والے ہیں؟ کیا ان کا سودا نقصان کا سودا ہے؟ جن کو اپنی ہوش نہیں باقی ہر چیز کی گویا ہوش ہے۔ اپنے بھائیوں کی ہے، دین کے کاموں کی ہے، دین پر پڑنے والی مصیبتوں کی ہے، گویا اپنی ذات پر، اپنے عزیزوں پر مصیبت ہی کوئی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ گھاٹا کھانے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف اور بے چینی دور کرتا ہے بلکہ جو شخص اپنے بھائی کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے وہاں سے بات شروع فرمائی ہے، اس کی ضرورت کا خیال رکھتا ہے، جو شخص اپنے بھائی کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرتا ہے۔ تو یہ امر واقعہ ہے اور میں اپنے ذاتی وسیع تجربے سے آپ کو بتاتا ہوں یعنی جماعت احمدیہ کے ساتھ جو میرا وسیع تعلق ہے اور ساری دنیا کے جماعت کے حالات پر کسی نہ کسی رنگ میں نظر رکھتا ہوں کہ ایسے لوگ جو اپنے بھائی کی ضرورت میں مگن رہتے ہیں، ان کا خیال رکھتے ہیں، جو جماعتی ضروریات کی خاطر اپنی ضروریات کو بھلا بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ کبھی ان کو بھلاتا نہیں۔ ان کی سب ضروریات کا خود خیال رکھتا ہے اور بسا اوقات دعا کے لئے ہاتھ اٹھنے سے پہلے وہ ان کی ضروریات کو دعا سمجھ کر قبول فرمالیتا ہے اور ان کی ضروریات کو پورا کردیتا ہے۔

ایسے لوگ جو اپنے بھائی کی ضرورت کا خیال رکھتے ہیں جو جماعتی ضروریات کی خاطر اپنی ضروریات کو بھلا بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی سب ضروریات کا خود خیال رکھتا ہے اور بسا اوقات دعا کے لئے ہاتھ اٹھنے سے پہلے وہ انکی ضروریات کو دعا سمجھ کر قبول فرمالیتا ہے اور انکی ضروریات کو پورا کردیتا ہے

پس بہت ہی محفوظ زندگی ہے ایسے مومن کی جس کا نقشہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس نصیحت میں کھینچا ہے اس سے بہتر اور کیا تصور ہوسکتا ہے کہ آپ خدا کے بندوں کی ضرورتوں میں مگن رہیں۔ آپ کی طاقت تو کم ہے آپ تو وہ سب ضرورتیں پوری نہیں کرسکتے لیکن آپ کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے آپ کی پشت پر وہ دنیا کا خالق و مالک کھڑا ہوجائے جس کی طاقت میں ہر چیز ہے اس سے اچھا بھی کوئی سودا ہوسکتا ہے؟ کتنا عمدہ، کیسا پیارا، کیسا نفع بخش سودا ہے کہ اپنی ادنیٰ طاقتوں کو آپ نے خدا کے بندوں کے لئے وقف کردیا یا خدا کی جماعت کی ضروریات کے لئے وقف کردیا اور اس کی طاقتیں حاصل کرلیں جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے۔ پس بہت ہی عظیم الشان نصیحت ہے یہ۔ اس پر کان دھریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں کیونکہ یہ سو فیصدی سچی بات ہے آپ کی ساری تکلیفوں کے حل ہونے کا راز اس میں پوشیدہ ہے۔ فرماتے ہیں جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف اور بے چینی کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف اور بے چینی کو دور کردیتا ہے۔ جو شخص کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن پردہ پوشی کرے گا۔

پردہ پوشی کا مضمون بھی اسی طرح بدن سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ باقی سب امور جو میں نے بیان کئے ہیں ایک بدن کی مثال سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک انسان جب دیکھتا ہے کہ کسی جگہ سے وہ بے پرد

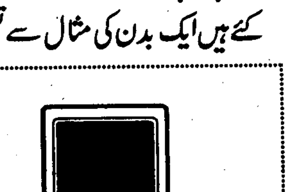

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

ہو رہا ہے تو فوراً بے اختیار اس کا ہاتھ اپنے اس قمیص کی طرف یا اس کپڑے کی طرف جائے گا جو ننگے بدن کو ڈھانپ لے اور بعض دفعہ بجلی کی سرعت سے، بغیر سوچے سمجھے، از خود ہاتھ حرکت کرتا ہے۔ احساس ہو سہی کہ کہیں سے میں ننگا ہو رہا ہوں اور اپنے جرموں پر بھی اور اپنی کمزوریوں پر بھی پردہ ڈالنے کے لئے تو انسان اتنی اتنی کوششیں کرتا ہے کہ بعض دفعہ وہ کوششیں دھوکہ دہی تک پہنچ جاتی ہیں۔ شرم سے اپنی کمزوریوں کو دور کرنا اور ان پر پردہ ڈالنا اور بات ہے لیکن دھوکہ دہی کی خاطر، جو نہیں ہے وہ دکھانا وہ اور چیز ہے۔ تو پردہ پوشی بعض دفعہ بے احتیاطی کے ساتھ کی جائے، اور انسان کا ضمیر عموماً اس معاملے میں انسان کو بے احتیاطی پر مجبور کر ہی دیتا ہے، تو وہ دکھاوے پر منتج ہوجاتی ہے، وہ منافقت پر منتج ہوجاتی ہے، اتنا گہرا مادہ انسان کے اندر اپنے ننگ اور عیوب کو ڈھانپنے کا فطرۃً ودیعت کیا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں نے تمہیں ایک بدن قرار دے دیا، جب تم سے مجھے یہ توقعات ہیں کہ ایک جسم کی طرح اپنے تمام بھائیوں سے سلوک کروگے جس طرح ایک جسم کے ہر عضو سے تمہاری روح، تمہارا دماغ، تمہارا شعور سلوک کرتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہے کہ جس طرح اپنی پردہ پوشی کرتے ہو غیر کی بھی پردہ پوشی کرو۔ اور پردہ پوشی کے مضمون میں اس دنیا کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ قیامت کا ذکر فرمایا ہے۔ ضرورتیں پوری کرنے کے مضمون کا جہاں تک تعلق ہے وہاں یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ضرورتیں پوری کر دے گا۔ پردہ پوشی کے تعلق میں اس دنیا کا ذکر ہی کوئی نہیں قیامت تک بات پہنچادی۔ یہ اس بات کی گہری اور قطعی دلیل ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم، اللہ کے نور سے کلام کرتے تھے اور یہ حدیث یقیناً سچی حدیث ہے۔ کیونکہ ایک عام باتیں کرنے والا انسان، عام نصیحت کرنے والا انسان از خود اس موقع پر یہی کہے گا کہ تم کسی کی پردہ پوشی کرو خدا تمہاری یہاں پردہ پوشی کرے گا۔ اچانک اس بات کو اٹھا کر قیامت تک پہنچا دینا اس میں ایک گہری حکمت ہے۔ باقی تمام ضرورتوں کا تعلق دنیا سے ہے اور قیامت کی پردہ پوشی کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کی پردہ پوشی اس میں شامل ہے لیکن بہت سے ایسے ہیں جن کے عیوب اس دنیا میں ننگے نہیں ہوں گے مگر قیامت کے دن ضرور ننگے کئے جائیں گے۔ پس آخری پردہ پوشی وہی ہے جو قیامت کے دن ہوگی اور قیامت کے ذکر میں دنیا کی پردہ پوشی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے بھلا نہیں دیا، نظر انداز نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا ہے کہ وہ دن جبکہ دنیا میں سب ڈھکے ہوئے پردے اگر خدا چاہے گا تو اتار دیئے جائیں گے اور ہر ڈھکے ہوئے بدن کو ننگا بدن دکھایا جائے گا اس دن تمہاری بھائی کی پردہ پوشی تمہارے کام آئے گی۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہارے عیوب کا پردہ بن کر تمہاری کمزوریوں کے سامنے آ کھڑی ہوگی۔ اگر وہاں پردہ پوشی ہے تو اس دنیا میں لازماً ہے یہ اس کے اندر شامل بات ہے۔ کیونکہ وہ دنیا جس نے یہاں کسی کا ننگ دیکھ لیا، قیامت کے دن دوبارہ دیکھے نہ دیکھے، باخبر تو ہوگی مگر وہ پردہ پوشی اس مضمون کا انتہائی مقام ہے۔ تم نہ یہاں ننگے کئے جاؤ گے نہ وہاں ننگے کئے جاؤ گے۔ اتنی عظیم الشان خوشخبری ہے اور سب سے زیادہ دنیا اس بات سے غافل ہے۔ اپنے بھائی کے عیوب کو تلاش کرنا جس کے خلاف قرآن کریم کی واضح نصیحت موجود ہے، ہدایت ہے "ولا تجسسوا" ہرگز تجسس اختیار کر کے اپنے بھائیوں کی کمزوریاں نہ پکڑا کرو اس سے کلیۃً غافل بلکہ آگے بڑھ کر کمزوریاں تلاش کرتے، ان کے متعلق باتیں کرتے، سوسائٹی میں وہ خبریں پھیلاتے اور خاص طور پر عورتوں میں یہ بیماری ہے اور مردوں میں بھی ہے۔

> **وہ دن جبکہ دنیا میں سب ڈھکے ہوئے پردے اگر خدا چاہے گا تو اتار دیئے جائیں گے اس دن تمہاری بھائی کی پردہ پوشی تمہارے کام آئے گی**

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے پردہ پوشی کے مضمون کو تو درجہ کمال تک پہنچا دیا ہے۔ جب میں نے یہ ذکر کیا کہ باقی انبیاء کی نصیحتیں دیکھ لیں اور مقابلہ کر کے دیکھیں تو بعض غیر مذاہب والے جب اس بات کو سنتے ہیں یا سنیں گے تو وہ سمجھتے ہوں گے کہ شاید اپنے نبی کی تعریفیں تو ہر ایک کرتا ہی ہے۔ مگر جب میں مضمون بیان کر رہا ہوں اس پر دیانتداری سے غور تو کر کے دیکھیں کوئی ایسی مثال تو نکال کے دکھائیں کہ کسی دنیا کے نبی نے پردہ پوشی کے مضمون کو اس شان سے بیان کیا ہو اور اس تفصیل سے بیان کیا ہو اور اس گہری حکمت اور فراست سے بیان کیا ہو۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم پر جو تعلیم اتری ہے اس نے اس کے سارے پہلوؤں کو ڈھانپ لیا ہے۔ "لا تجسسوا" فرمایا کہ ذکر کرنا تو بعد کی بات ہے، نظر ہی نہ ڈالو، تلاش ہی نہ کرو۔ تمہارے سامنے اگر کسی کی کمزوری آجاتی ہے تو اس سے بھی آنکھیں بند کرنے کی کوشش کرو۔ بعض معاملات میں اس کی اجازت نہیں ہے اس کا ذکر بھی ضروری ہے لیکن وہ میں بعد میں کروں گا۔ عام طور پر جو بھائیوں کی کمزوریاں ہیں ان کے متعلق یہ تعلیم ہے اور اس ضمن میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے تعلیم کو اس حد تک آگے بڑھا دیا ہے کہ وہ زمانہ جب کہ خط و کتابت کا رواج ہی نہیں تھا، شاذ کے طور پر لوگ خط لکھا کرتے تھے، اس وقت یہ تعلیم دی کہ کسی کا خط نہ پڑھو۔ حالانکہ یہ مضمون آج کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے اور آج بھی بہت بیوقوف اور متجسس لوگ ایسے ہیں جو چوری ایک دوسرے کے خط پڑھتے، پھر ان کو احتیاط سے کھولتے اور اسی طرح بند کرتے ہیں اور بتاتے ہیں گویا ہمیں پتہ نہیں لگا اور گھر میں بہو بیٹیوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں۔ بعض لوگ گھر میں کسی کی بیٹی آجائے تو یہ دیکھنے کے لئے کہ اپنے ماں باپ کو کیا لکھتی ہے یا اس کے ماں باپ اس کو کیا لکھتے ہیں وہ اس کے خطوں کو اس طرح خفیہ خفیہ کھولتے اور اس کے ارادوں کو معلوم کرتے ہیں حالانکہ یہ شدید گناہ ہے۔ ایسی بات ہے جیسے جہنم کی آگ اپنی آنکھوں کے لئے مانگی جائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے بڑی تنبیہ کے ساتھ اس بات سے منع فرمایا ہے۔

آج کل ایک ایسی چیز بھی ایجاد ہو چکی ہے جو اس زمانے میں نہیں تھی مگر خط کا مضمون اس پر بھی حاوی ہے اور وہ ٹیلیفون ہے۔ بعض لوگ بڑی عمر کو پہنچ جاتے ہیں لیکن ایسے بیوقوف اور بیمار ہوتے ہیں کہ ان کو مزہ ہی اس بات میں آتا ہے، یہی چسکا بنایا ہوا ہے زندگی کا، کہ گھر میں بیٹھے لوگوں کے فون سن رہے ہیں اور یورپ میں تو ایسے لوگ ہیں جن کا پیشہ ہی یہ بن چکا ہے کہ بعض آلات کے ذریعہ وہ لوگوں کے ٹیلیفون سنتے ہیں۔ چنانچہ انگلستان میں ایک مشہور واقعہ ہوا جس کے ساتھ سارے ملک میں بڑی دیر تک شور پڑا رہا کہ ایک شہزادی کے ٹیلی فون کو ایک ظالم آدمی نے اسی طرح بعض خاص آلات کے ذریعے سننا شروع کیا، اس کی ریکارڈنگ کی، اس ریکارڈنگ کو اخبارات کے سامنے بیچا اور اس بے چاری کی، اس طرح اسکی بدی اور فطری کمزوری کی تشہیر کی اور انہوں نے ٹیلیفون کال کی بڑی قیمت مقرر کر دی کہ یہ پیسے دو گے تو پھر تمہیں ہمارا وہ ٹیلیفون نمبر ملے گا جہاں تم کچھ دیر کے لئے وہ ریکارڈنگ سن سکو گے جو اس شہزادی نے اپنے طور پر کسی سے کی تھی۔ اور پتہ لگا کہ اتنا زیادہ کالوں کا رجحان تھا کہ وہ فون بار بار "ڈراپ" کر جاتا تھا۔ اور بڑی بڑی رقمیں خرچ کر کے، لوگ چسکے لینے کے لئے، اس پرائیویٹ گفتگو کو سنتے تھے۔ تو دیکھیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے انسان کے ذاتی امور کی حرمت کو کس شان سے بیان فرمایا ہے۔ کیسی پاکیزہ سوسائٹی کو جنم دیا ہے جس کا تصور آج چودہ سو سال بعد بھی، ایسے ملک میں بھی موجود نہیں جو اپنے آپ کو "سویلائزیشن" کے بلند ترین مقام پر بیان کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ "ڈیما کریسی" اور انسان کے ذاتی حقوق کے جیسے ہم علم بردار ہیں ایسے دنیا میں اور کوئی نہیں اور امر واقعہ بھی یہ ہے کہ دنیا کی نسبتوں سے جیسا انگلستان کو "ڈیما کریسی" کے اوپر فخر کا حق ہے ویسا دنیا میں اور کسی قوم کو نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کے باوجود نفسی آزادی اور نفسی حق کی حفاظت کا وہ تصور وہاں نہیں ملتا جو چودہ سو سال پہلے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے ہمارے سامنے پیش فرمایا اور اس میں جیسا کہ میں نے خط کے تعلق سے بیان کیا ہے ٹیلیفون کال، الگ بیٹھ کر باتیں کرنا یہ ساری چیزیں شامل ہو جاتی ہیں۔ ہر تجسس سے آپ کو روکا گیا ہے اور ساتھ یہ نصیحت فرمائی گئی ہے کہ اگر سن لو تو پھر اپنے تک رکھو پھر پردہ دری نہ کرنا۔ جہاں یہ خوشخبری دی ہے کہ اگر تم پردہ پوشی کرو گے تو اللہ قیامت کے دن تمہاری پردہ پوشی فرمائے گا وہاں اس میں یہ تنبیہ بھی شامل ہے کہ اگر پردہ دری کرو گے تو قیامت کے دن تمہاری پردہ پوشی کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اور جس کی قیامت کے دن پردہ دری ہوگی اس کی دنیا میں بھی پردہ دری ہوتی ہے۔

پس اس بہت ہی پاک اور گہری نصیحت کو اپنے معاشرے کی اصلاح کے لئے غیر معمولی اہمیت دیتے ہوئے اختیار کریں اگر آپ ان چند نصیحتوں کو اختیار کریں جن کا میں نے ذکر کیا ہے اور ایسی بہت سی ہیں جن کا بعد میں انشاء اللہ اس خطبات کے سلسلے میں ذکر آتا رہے گا تو آپ اپنے معاشرے کو جنت نشان معاشرہ بنا سکتے ہیں۔ اپنی طبیعت کے تجسسات پر نفرت کی نگاہ ڈالیں۔ ان کو چھوڑ دیں، یہ کمینی لذتیں ہیں، ان سے کوئی فائدہ نہیں، ان سے گھروں کے امن اٹھ جاتے ہیں، ایک بھائی کو اپنے بھائی پر اعتماد باقی نہیں رہتا، ایک بہو کو اپنے خسر یا اپنی ساس پر اعتماد باقی نہیں رہتا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے میری جستجو میں ہیں، اس طرف لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح میری کوئی مخفی بات کسی کے علم میں آجائے۔ چنانچہ یہ ہوتا ہے اور اس حد تک ہوتا ہے کہ بعد میں جب مقدمات چلتے ہیں تو بعض دفعہ مجھے لکھا جاتا ہے کہ ہم نے خود اس بہو کا خط پکڑا ہوا ہے اس میں یہ بات لکھی ہوئی تھی اب بتائیں ہمارا رویہ درست ہے کہ نہیں۔ ان کو میں کہتا ہوں تمہارا رویہ، تم جو کچھ کہو ایک شیطانی رویہ تھا۔ تمہیں کوئی حق نہیں تھا کہ اپنی بہو کے ایسے خط کو پڑھو اور کوئی حق نہیں ہے کہ اب اسے عدالتوں میں یا میرے سامنے پیش کرو۔

پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی نصیحتوں کو غیر معمولی اہمیت دیں آپ کی چھوٹی چھوٹی نصیحتوں میں بھی قیامت تک کے لئے بنی نوع انسان کی امن کی ضمانتیں دی گئی ہیں اس ضمانت کے نیچے آجائیں، اسی کا سایہ ہے جو امن بخشے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد اقامت صلوٰۃ سے قبل حضور نے فرمایا:

"جو دوست باہر سے آئے ہوئے ہیں ان کو ان کے ساتھی یہ سمجھا دیں کہ ہم نمازیں جمع کریں گے اور عصر کی نماز دوگانہ ہوگی۔ جو مسافر ہیں جو آج کے اجلاس میں شرکت کے لئے دوسرے شہروں سے آئے ہیں وہ میرے ساتھ ہی دوگانہ رکعتوں کے بعد سلام پھیریں گے جو مقامی دوست ہیں وہ بغیر سلام پھیرے کھڑے ہو کر اپنی روزمرہ کی عصر کی چار رکعتیں پوری کریں گے۔"

تاریخ احمدیت
۱۸۸۴ء

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قیام لدھیانہ کے دوران آپ کی زبردست مخالفت کے باوجود جو آپ کی آمد پر اٹھائی گئی تھی لدھیانہ کے گرد و نواح سے روزانہ ہی صبح و شام بڑی کثرت سے لوگ حاضر ہوتے تھے۔

علماء اور رؤساء کا تو ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ بالخصوص حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ نقش بندی، مولوی شاہ دین صاحب، مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لدھیانہ، نواب علی محمد خان صاحب جھجر، پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ تو پروانوں کی طرح آپ کے گرد رہتے تھے۔ حضرت صوفی منشی احمد جان صاحب خود ایک بڑی جماعت کے روحانی پیشوا تھے لیکن وہ حضرت کی مجلس میں نہایت اخلاص و ارادت کے ساتھ دوزانو ہو کر بیٹھتے اور عقیدتمند مریدوں کی طرح آپ کے کلمات سنتے اور فیض اٹھاتے۔ یہی حال پیر سراج الحق صاحبؓ کا تھا۔ حضرت کی مجلس میں ہر قسم کے دینی مسائل کا تذکرہ ہوتا تھا اور حضور بڑی دیر تک حقائق و معارف کے خزانے لٹاتے اور لوگ مالا مال ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضورؑ نے اس امر پر لطیف روشنی ڈالی کہ ایمان اور یقین لانے کا فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ کچھ اخفاء بھی ہو۔ اگر معاملہ ایسا صاف اور روشن ہو جائے جیسا نصف النہار کے وقت ہوتا ہے اس وقت ایمان لانے کا ثواب نہیں ہوتا۔ اجر اسی وقت ہوتا ہے کہ "یومنون بالغیب" کے مطابق کچھ غیبوبت بھی ہو۔ اور ایمان لایا جائے۔ ایک دن کسی شخص کے سوال پر حضورؑ نے مسئلہ توحید پر تقریر فرمائی جو کئی گھنٹے تک جاری رہی۔ حضور کی اعجازی تقریروں میں روحانیت کا دریا بہتا ہوا نظر آتا تھا اور کسی کو آج تک ان آسمانی علوم و حقائق و نکات سننے یا پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اسی دوران میں شہر کے بعض علماء مثلاً مولانا عبدالقادر صاحبؓ نے بھری مجلس میں حضورؑ سے استدعا کی کہ حضور ان کی بیعت قبول فرمائیں۔ مگر حضرت اقدس نے بلا تامل جواب دیا:

"لَسْتُ بِمَامُوْرٍ" میں مامور نہیں ہوں

اور پھر اس مجلس میں ٹھہرنا ہی گوارا نہیں فرمایا اور فوراً باہر سیر کے لئے چل دئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس طرز جواب پر آپ کے ارادت مند دل مسوس کر رہ گئے مگر جواب مختصر ہونے کے باوجود ہر پہلو سے مکمل تھا۔ اس لئے پھر کسی کو آپ کے سامنے بیعت کی درخواست کرنے کی جرات نہیں ہو سکی۔

لدھیانہ میں معمول

قیام لدھیانہ کے دوران میں حضرت اپنے معمول کے مطابق اکثر سیر کو بھی تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جنگل میں نماز عصر کا وقت آگیا۔ عرض کیا گیا نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا ہمیں پڑھ لیں۔ غرض وہیں مولانا عبدالقادر صاحبؓ نے نماز پڑھائی۔

ٹمپرنس سوسائٹی میں تقریر کرنے سے انکار

لدھیانہ میں ٹمپرنس سوسائٹی کا جلسہ تھا جس میں حضرت نے بھی شرکت فرمائی۔ مختلف فرقوں کے لوگ جمع تھے۔ حاضرین نے آپ سے تقریر کے لئے پر زور درخواست کی مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔ جب اپنی قیامگاہ پر تشریف لائے اور آپ سے انکار کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا اگر میں تقریر کرتا تو ضرور تھا کہ میں بیان کرتا کہ شراب سے روکنے والوں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے ذکر کی یہ لوگ اجازت نہ دیتے اور میری کیفیت یہ ہے کہ میں اس تقریر کو جس میں میرے آقا کا نام لیا جانے کی اجازت نہ ہو پسند نہیں کرتا۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تین چار روز تک علم و عرفان کی بارش برساتے اور اہل لدھیانہ کی روحانی تشنگی بجھاتے ہوئے واپس قادیان تشریف لے گئے۔

لدھیانہ کا دوسرا سفر

لدھیانہ کے اس اولین سفر کے بعد حضورؑ کو میر عباس علی صاحب کی عیادت کے لئے اسی سال ۱۴ اکتوبر کو دوبارہ لدھیانہ تشریف لے جانا پڑا۔ حضورؑ نے اس دفعہ قبل از وقت محض سرسری سی اطلاع دی تھی تاہم حضرت قاضی خواجہ علی صاحبؓ، حضرت مولوی عبدالقادر صاحبؓ، اور حضرت نواب علی محمد خان صاحبؓ آف جھجر حضور کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔ حضورؑ کا قیام بہت مختصر تھا۔ صرف دو ایک دن آپ ٹھہرے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں عیادت کا اسلامی فریضہ ادا کرنے کے بعد قادیان مراجعت پذیر ہوئے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت مولفہ مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد)

سیرت المہدیؑ کا ایک ورق

مسیح موعودؑ کی تنہائی کی گھڑیوں کا کام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۰ء کے اواخر میں بعض ضروری تصانیف میں مشغول تھے اور اس وجہ سے باہر کم بیٹھنے کا موقعہ ملتا تھا۔ بلکہ نمازیں بھی جمع ہو رہی تھیں۔ ۲۱ ستمبر کو آپ نے جو کچھ فرمایا اس سے آپ کے اس درد و محبت کا پتہ لگتا ہے جو حضورؑ کو اپنے خدام سے تھی۔ ان کی بہتری اور بھلائی کے لئے کیا تڑپ آپ کے دل میں تھی اور مہمانوں کے اکرام کے لئے کیسا جوش تھا۔ اکرام ضیف سنت انبیاء ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مہمانوں کا ہمیشہ اکرام فرماتے۔ بعض غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے آپ نے ۲۱ ستمبر کو ایک مختصر سی تقریر کی جو حضرت مخدوم الملۃ مرحوم (مراد ہے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ) نے اپنے ایک مکتوب میں بعض دوستوں کو لکھی وہ تقریر آپ کے متعدد صفات و خصائل حسنہ پر روشنی ڈالتی ہے۔ فرمایا:۔

"میں آج کل بہت کم بیٹھتا ہوں۔ ممکن ہے کسی نووارد مہمان کے دل میں خیال گزرے کہ اس کی خاطرداری میں تساہل ہوا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہاں سفید پوش اور کہنہ پوش میں امتیاز ہوتا ہے۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تنہائی میں بھی جو بیٹھتا ہوں تو اپنے دوستوں کے بہبود کے لئے۔ یا تو ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ بعض کے نام لے لے کے اور جن کے نام یاد نہیں۔ انہیں خدا تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرتا ہوں اور یا ان ہی کے علوم کی زیادت اور قوت ایمانی کی ترقی کے لئے کتابیں لکھتا ہوں"۔

پھر مثال دے کر فرمایا:۔

"کہ مہربان ماں اپنے ناتواں بیکس بچے کو چھوڑ کر باورچی خانہ میں جا کر تنہا بیٹھتی ہے اور اس کے لئے کھانا تیار کرتی ہے۔ ممکن ہے کہ نادان بچہ یا کوئی ناواقف خیال کرے کہ وہ ستم کر کے بچہ کو تنہا چھوڑ گئی ہے۔ مگر دانا جانتا ہے کہ اس کی تنہائی بھی بچہ کی خاطر ہے۔

فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس قدر مجھے فکر لگی رہتی ہے کہ کسی مہمان کا دل آزردہ نہ ہو۔ اور میں بجز متقی کے کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ میرا اصول یہی ہے کہ

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ"

یہ الفاظ آپ کی مہمان نوازی اور تقویٰ پسندی کی بہت بڑی تصریح اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اسے میں ناظرین کے اپنے فہم اور مذاق پر چھوڑ کر کچھ اور بیان کرتا ہوں یاد رہے کہ یہ تقریریں کہیں شائع نہیں ہوئی ہیں۔ ہاں اسی عہد کی برنگ مکتوبات شائع شدہ ہیں۔

تزکیہ نفوس اور اظہار الدین کے لئے جوش و اضطراب

بعض احمق حقائق سے ناواقف لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان کلمات و ارشادات سے جو آپ جماعت کے تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے لئے فرماتے۔ آپکی جماعت پر اعتراض کے رنگ میں دیکھا کرتے ہیں۔ مگر یہ انکی حماقت کا ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ ماموروں و مرسلوں کا معیار اور مقام بہت بلند ہوتا ہے۔ وہ اپنے متبعین کے معمولی نقص کو بھی بہت بڑا دیکھا کرتے ہیں۔ کیونکہ جہاں وہ جماعت کو لیجانے کے خواہشمند ہوتے ہیں وہ اعلیٰ درجہ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بڑی خواہش تھی کہ آپ کی جماعت تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ مقام پر ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو حملے ہو رہے ہیں ان کا استیصال ہو جاوے۔ چنانچہ ان ہر دو مقاصد کا اظہار آپ نے ۲۹ جون ۱۹۰۰ء کی رات کو جن الفاظ میں کیا وہ حضرت مخدوم الملۃ نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ حضرت میر حامد شاہ صاحب کو پہنچائے وہ الفاظ یہ ہیں۔ فرمایا:۔

"دو پہاڑ میرے سینہ پر دھرے ہوئے ہیں اور اس غم نے مجھے گداز کر رکھا ہے۔ ایک یہ کہ قوم میں اندرونی طور پر تقویٰ و طہارت اور خدا تعالیٰ سے جیسا مصفّٰی تعلق ہونا چاہئے، ہو۔ دوسرے یہ کہ بیرونی طور پر اسلام پر جو حملے ہو رہے ہیں وہ بڑے خطرناک ہیں"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تڑپ اور یہ سوز و گداز بتا رہا ہے کہ آپ کی بعثت کی کیا غرض تھی۔ عقل و خرد سے عاری اور سنن انبیاء سے ناواقفوں نے آپ کے اس قسم کے الفاظ کو جماعت کے نقص اور آپ کی نعوذباللہ ناکامی پر محمول کیا ہے۔ کاش! انہیں یہ علم دیا جاتا کہ انبیاء کا مقصود اور نصب العین کتنا عظیم الشان ہوتا ہے۔ خدا کی محبت اور اسکی معرفت اور بصیرۃ پھر اس میں زندگی اور بقاء انبیاء کی بعثت کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ پھر کیا یہ معمولی بات ہے۔ اور کیا انسانی روح جولا انتہاء ترقی کرنا چاہتی ہے۔ خدا کے نبی کسی ایک مقام پر جا کر اسے کھڑا کر کے آئندہ ترقیات کے دروازے بند کر سکتے ہیں۔

پس جب وہ اپنی جماعت کی کسی کمزوری کا ذکر کرتے ہیں تو وہ اس انتہائی نقطہ خیال سے جو خدا تعالیٰ کی معرفت اور تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے ان کے زیر نظر ہوتا ہے، اسی طرح سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ تڑپ لگی ہوئی تھی۔ ایک اور موقعہ پر آپ نے اسی سوز و گداز کو اس شعر میں ظاہر کیا ہے۔

ایں دو فکر دین احمدؐ مغز جان ما گداخت
کثرت اعدائے ملت قلت انصار دیں

بہر حال یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اعلیٰ، پاکیزہ فطرت اور اسلام کے لئے حمیت اور جوش کا خاص اظہار کرتے ہیں۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھاوے۔

(اخبار الحکم قادیان دارالامان، ۲۱ فروری ۱۹۱۸ء صـ ۱۱، ۱۲)

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Buildings,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

کابل کی زمین پر آگ اور خون کا عبرتناک کھیل

(مسعود احمد خان دہلوی۔ جرمنی)

افغانستان سے روسی افواج کے واپس جانے کے بعد اگر وہاں امن کا دور دورہ ہو جاتا تو روسیوں کے خلاف افغان "مجاہدین" کے مزعومہ "جہاد" کے بار آور ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے لیکن وائے افسوس! اس کے بعد سے خود ساختہ اور غیروں کے پرداختہ مجاہدین کے مابین ایسی جنگ زرگری چھڑی ہے اور ان کے درمیان بار بار آگ اور خون کا ایسا ہولناک کھیل کھیلا جارہا ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف ان کی وحشت و بربریت دیکھ کر "جہاد" کی مقدس اصطلاح ہی نہیں بلکہ خود اسلام دنیا میں بدنام ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ ان کی وحشت و بربریت کے آگے ماضی میں مسلمان ملکوں پر اغیار کی مسلط کی ہوئی تباہی و بربادی اور لرزہ خیز خون آشامی ہیچ ہو کر رہ گئی ہے۔

کابل محاذ جنگ بنا ہوا ہے جہاں صدر برہان الدین ربانی اور وزیر اعظم گلبدین حکمت یار کی فوجیں ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہیں اور انتہائی ہولناک بمباری اور گولہ باری کے ذریعہ ایک دوسرے کے علاقوں پر تابڑ توڑ حملے کر رہی ہیں اور کمال بے دردی سے شہری آبادی کو نشانہ بنا رہی ہیں۔ کابل کا شہر ملبے کا ڈھیر بن چکا ہے اور وہاں جگہ جگہ لاشوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔ پرانے ڈھیر ہٹا دیئے جاتے ہیں تو نئے علاقوں میں نئے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ عجیب تربات یہ ہے کہ وہی افغان کمیونسٹ جنہوں نے آج سے پندرہ سال قبل روسی فوجوں کو افغانستان پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی تھی اب طرفین کی فوجوں میں شامل ہو کر اور ان کی کمان سنبھال کر خود افغانوں کا خون بہا رہے ہیں۔ اس اندوہناک صورت حال کے متعلق جس میں دونوں طرف مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا ہے روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۴ء کے "سیاسی ایڈیشن" میں افتخار علی کا ایک مضمون بعنوان "افغانستان میں ایک بار پھر آگ و خون کا کھیل" شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ رقمطراز ہیں:۔

"کابل میں جاری لڑائی کی دو اہم قوتیں پروفیسر ربانی اور انجینئر گلبدین حکمت یار ایک دوسرے پر کمیونسٹوں سے ملنے کے الزام لگا رہے ہیں۔ دونوں کا موقف ہے کہ ہم دشمن کے خلاف جہاد کر رہے ہیں جس کی وجہ سے صورت حال پیچیدہ شکل اختیار کر چکی ہے۔ یہاں تک کہ دونوں فریق نے صلح کی کسی بھی کوشش کو ماننے سے انکار کر دیا ہے اور ان کا موقف ہے کہ کب تک صلح اور جنگ والی کیفیت جاری رہے گی، اس لئے اس دفعہ ایسا نہیں ہوگا اور ہم مکمل فتح تک اپنا جہاد جاری رکھیں گے .... سابق افغان صدر ڈاکٹر نجیب اللہ کے ساتھیوں میں سے جنرل آصف دلاور، جنرل نبی عظیمی، جنرل نجم الدین اور جنرل مومن، صدر ربانی کے دستوں کی کمان کر رہے ہیں تاہم جنرل دوستم کی ازبک ملیشیا، انجینئر حکمت یار کے مسلم فوجیوں کے ساتھ مل کر کابل پر تابڑ توڑ حملے کر رہی ہے۔ خود ڈاکٹر نجیب اللہ اقوام متحدہ کے دفتر میں پناہ حاصل کئے ہوئے ہیں اور بحیثیت مجموعی صورت حال یہ ہے کہ دونوں طرف سے اپنی فتوحات کے بارہ میں متضاد دعوے کئے جا رہے ہیں۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ تازہ لڑائی میں فریقین نے ایک دوسرے کو شدید نقصان پہنچانے اور افغان عوام کی ہلاکت کا سامان کرنے کے علاوہ کوئی بڑی فتح حاصل نہیں کی اور فریقین اپنی اپنی سابقہ پوزیشنوں کو سنبھالے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود تمام فریق لڑائی جاری رکھنے پر مصر ہیں جس کی وجہ سے صورت حال پیچیدہ بنتی جا رہی ہے اور شہر سے بڑے پیمانے پر انخلاء شروع ہو چکا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اب تک شہر سے ساٹھ ہزار افغان شہری ہجرت کر چکے ہیں اور مزید انخلاء جاری ہے"۔

(روزنامہ جنگ لاہور ۱۵ جنوری ۱۹۹۴ء)

یہ ہے انجام روسی فوجوں کے خلاف افغان "مجاہدین" کے اس جہاد کا جس کے کرتا دھرتا کچھ عرصہ قبل تک اسے زبردست معجزہ قرار دے کر کچھ کم فخر و مباہات کا اظہار نہیں کیا کرتے تھے۔ جنرل ضیاء الحق نے تو ایک مرتبہ یہاں تک کہہ دیا کہ چودہ سو سال بعد افغانستان کی سرزمین میں یہ معجزہ ظاہر ہوا ہے کہ "نہتے" افغان مجاہدین نے اپنے جذبہ جہاد کے بل پر روس ایسی سپر پاور کی افواج قاہرہ کو ایسی عبرتناک شکست سے دوچار کر دکھایا کہ انہیں افغانستان سے بھاگتے ہی بن پڑی۔ ان مجاہدین سے ٹکرا کر دنیا کی دوسری بڑی طاقت کو آٹے دال کا بھاؤ پتہ لگ گیا۔ افتخار علی نے اپنے مذکورہ بالا مضمون میں اس "معجزہ" کی اصل حقیقت پر سے پردہ اٹھا کر بتایا ہے کہ یہ "معجزہ" الٹا خود مجاہدین کے گلے پڑ گیا ہے۔ انہوں نے حقیقت بیانی سے کام لیتے ہوئے اس بارہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ خود انہی کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"مسئلہ یہ ہے کہ چودہ سالہ جنگ میں غیر ملکی طاقتیں جو اپنے مفاد کے پیش نظر اس وقت کی دوسری بڑی طاقت کمیونسٹ سوویٹ یونین کو نیچا دکھانے کے درپے تھیں بلا سوچے سمجھے بھاری تعداد میں بہترین جدید اسلحہ (افغان مجاہدین کو۔ ناقل) فراہم کرتی رہیں۔ وہ اسلحہ نہ صرف یہ کہ ختم نہیں کیا جا سکا بلکہ اس اسلحہ کے عظیم ڈپو افغانستان میں افغان عوام کے لئے عظیم عفریت کا روپ دھار چکے ہیں۔ یوں نظر آ رہا ہے کہ گویا یورپی ممالک جنہیں مجاہدین نے مذکورہ اسلحہ واپس کرنے سے انکار کر دیا ہے اور جن کی اب افغانستان میں بوجوہ ظاہری دلچسپی ختم ہو چکی ہے۔ غالباً اپنی ساری توجہ اس اسلحہ کو ختم کرنے پر مرکوز کئے ہوئے ہیں۔ نئی صورت حال یہ ہے کہ وہاں جنگ کی آگ باہر سے بھڑکائی جا رہی ہے۔ بعض خفیہ ایجنسیاں اپنے اپنے پسندیدہ گروپوں کو عملاً تھپکیاں دے رہی ہیں اور ایک الزام یہ بھی ہے کہ مرکز میں بعض بااثر لوگ حال ہی میں ربانی حکومت کے خلاف بغاوت کے حوالے سے انہیں آگاہ کر چکے ہیں جبکہ کچھ اور بااثر لوگ گلبدین حکمت یار اور دوسروں کی حمایت کر رہے ہیں۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی قوتیں ہیں جو کابل میں اتفاق رائے پیدا نہیں ہونے دینا چاہتیں، جنہوں نے معاہدہ جلال آباد کو کامیاب نہ ہونے دیا اور جنہوں نے کل کے حلیفوں (ربانی اور دوستم۔ ناقل) کو آپس میں لڑا دیا۔ پاکستان، ایران اور سعودی عرب جو اس قضیہ کے تمام پہلوؤں سے بخوبی واقف ہیں اور جنہوں نے افغانوں کو یکجا کرنے میں کچھ کردار بھی ادا کیا ہے انہیں ایک بہت بڑے چیلنج کا سامنا ہے۔ انہیں ان تمام عوامل کا جائزہ لینا ہے جو افغانوں کو آپس میں اکٹھا نہیں ہونے دیتے۔ ہمیں مغربی دنیا کے پراپیگنڈے کے نتیجہ میں پھیلائی ہوئی فرضی باتوں پر کان دھرنے کی بجائے کھلے دل سے اس امر کا اعتراف کرنا چاہئے کہ گذشتہ ایک عشرہ کے دوران ہمیں بحیثیت قوم اجتماعی طور پر بیوقوف بنایا جاتا رہا۔ ایک جانب روسیوں کو (افغانستان کے خلاف فوج کشی پر۔ ناقل) مجبور اور آمادہ کیا گیا اور دوسری طرف افغانوں اور خاص طور پر ان کے سادہ لوح مذہبی پیشواؤں کو چکنی چپڑی باتوں اور پراپیگنڈے کے جال میں پھنسا کر انہیں سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف نبرد آزما قوت یعنی روس کے ساتھ ٹکر لینے پر ابھار دیا گیا۔ پھر پراپیگنڈہ مشینری کے ذریعہ ان افغان مذہبی رہنماؤں کا دماغ نہ صرف ساتویں آسمان پر پہنچا دیا گیا بلکہ اس حد تک خراب کر دیا گیا کہ اب انہیں اپنی ناک سے آگے کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک جانب تو مغربی استعمار اور سرمایہ دارانہ نظام کو درپیش چیلنج یعنی سوویٹ یونین کا خاتمہ ہو گیا اور دوسری جانب "امن و آشتی اور شانتی" کی سرزمین یعنی افغانستان ایک عبرتناک انجام سے دوچار ہو گیا۔ روسی کمیونسٹ مرے یا پاک افغان سرحد کے اس پار یا اس پار کوئی مسلمان مرے انہیں کیا؟ ان کا تو اسلحہ بکا اور ایک تیر سے دو شکار کے مصداق انہوں نے ایک دشمن کو ختم کرنے کے بعد دوسرے خطرے یعنی اسلام کو دنیا کے مختلف حصوں میں کشمیر، صومالیہ اور بوسنیا کی طرح اس علاقہ میں بھی لاینحل مسائل میں الجھا دیا"۔

(روزنامہ جنگ لاہور ۱۵ جنوری ۱۹۹۴ء
سیاسی ایڈیشن ص ۱)

افتخار علی کے مندرجہ بالا تجزیہ سے ظاہر ہے کہ جس نام نہاد کامیابی اور فتح کو چودہ سو سال بعد رونما ہونے والا معجزہ قرار دیا جا رہا تھا وہ محض ایک جال تھا جس میں افغان رہنماؤں اور ان کے ملاؤں کو پھنسا کر انہیں آپس میں ہی ایک دوسرے کا خون بہانے اور اپنے ہی نہتے اور بے بس شہریوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتارنے کا ذریعہ بنا دیا گیا۔ باہمی جنگ و جدال، تباہی و بربادی اور خون مسلم کی ارزانی کے سوا اور کیا ہاتھ آیا۔ اسی لئے جناب افتخار علی نے اپنے محولہ بالا مضمون کو ان الفاظ میں ختم کیا ہے:۔

"بہرحال اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہماری خطاؤں کو معاف کرے، ہمارے گناہوں سے درگزر کرے اور غیور افغانوں کے وطن افغانستان کو ایک بار پھر امن و شانتی کا گہوارہ بنا دے"۔

(جنگ لاہور ۱۵ جنوری ۹۴ء)

اس میں کوئی شک نہیں کہ دعا کے سوا اب اور کوئی چارہ نہیں۔ لیکن جناب الٰہی میں اس دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ ان گناہوں اور خطاؤں کو یاد کر کے جن کی معافی طلب کی جا رہی ہے پہلے ان سے توبہ کی جائے اور آئندہ ان کے ارتکاب سے مجتنب رہنے کا پختہ عہد باندھا جائے۔ اگر کردہ گناہوں کا شمار کیا جائے تو ان میں سر فہرست اس خدا رسیدہ معصوم و فرشتہ صفت بندہ حق پرست کا خون ناحق ہے جسے ۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء کو والی افغانستان کے حکم پر کابل کے قریب انتہائی بے دردی اور سفاکی سے سنگسار کر دیا گیا تھا۔ ہماری مراد رسم تاجپوشی کے وقت والی افغانستان امیر حبیب اللہ خان کو اپنے دست مبارک سے تاج پہنانے والے افغانستان کے سربر آوردہ فاضل اجل، عالم بے بدل، عارف باللہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ کے دردناک واقعہ شہادت سے ہے۔ پورے افغانستان میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو بہت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور والیان اقتدار کی ہر محفل میں سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا تھا۔ امیر حبیب اللہ خان اور اس کے دربار کے خوشامدی ملاؤں کے نزدیک خداوند قدوس کی بارگاہ میں پسندیدہ اور برگزیدہ اس مقدس و مبارک اور مطہر و پاک وجود کا قصور یہ تھا کہ اس نے بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ ماموریت کی تصدیق کر کے لوگوں کو آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کی تلقین کی تھی۔ قبل ازیں حضرت صاحبزادہ صاحب شہیدؓ کے شاگرد رشید حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ کو امیر دوست محمد خان کے عہد حکومت میں اسی "جرم" کی پاداش میں شہید کر دیا گیا تھا۔ دنیا والوں کی نظر میں یہ وہ "جرم" تھا جس کی پاداش کے طور پر داعیان الی اللہ کو شروع ہی سے گردن زنی قرار دیا جاتا رہا تھا اور ان میں سے بہت سوں کا ناحق خون بہا کر دنیا

باقی ص ۱۴

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

ASIAN JEWELLERY AT
DISCOUNTED PRICES LATEST
DESIGNS IN STOCK UK
DELIVERY ARRANGED
CUSTOMER DESIGNS
WELCOME
DHULAN JEWELLERS
126 MILTON STREET
PALFREY, WALSALL
WEST MIDLAND WS1 4LN
PHONE 0922 33229

احد کے میدان میں

دل کی گہرائیوں سے نکلنے والی آخری تمنائیں

(عبد الماجد طاہر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صبر و رضا کے متوالے اور استقامت کے شہزادے تھے جو مصائب کی شدید طوفانی آندھیوں اور ابتلاؤں کے پر خطر میدانوں میں سر اٹھا کر چلا کرتے تھے۔ ان کی عظمت و ہمت طوفان کا رخ موڑ دیا کرتی تھی۔ یہ لوگ ایمان ویقین کی بلند وبالا چوٹیوں پر قائم تھے۔ شہادت کی خواہش انہیں ہر وقت بے تاب کئے رکھتی تھی۔ شہادت کی اس تڑپ کا حسین نظارہ ان آخری تمناؤں سے ہوتا ہے جو میدان احد میں بار بار بلند ہوئیں اور اپنے انمٹ نقوش چھوڑ گئیں۔ یہ تمنائیں، یہ آوازیں آج بھی زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

میں سب سے پہلے شہید ہوں گا

غزوہ احد سے ایک رات قبل ایک آخری آواز یوں بلند ہوئی کہ جب حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اپنے بیٹے جابر کو بلایا اور کہا۔

"بیٹا میرا دل کہہ رہا ہے کہ کل سب سے پہلے میں شہید ہوں گا۔ میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ عزیز تم ہو میں تمہیں گھر پر چھوڑتا ہوں۔ اپنی بہنوں سے اچھا برتاؤ کرنا اور جو قرض میرے ذمہ ہے اسے ادا کر دینا"۔

اگلے روز شہادت کی آرزو لئے حضرت عبداللہ میدان جنگ میں پہنچے اور بڑی بہادری اور شجاعت سے لڑتے ہوئے اپنے قول کے مطابق صحابہؓ میں سب سے پہلے شہید ہوئے۔ مشرکین نے آپ کی نعش کا مثلہ کیا اور جسم کے مختلف اعضاء کاٹ ڈالے۔ آپکی نعش پر کپڑا ڈال دیا گیا۔ آپ کی بہن نے جب آپ کی نعش کی یہ حالت دیکھی تو رونا شروع کر دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"تم رو یا نہ رو جب تک جنازہ رکھا ہے فرشتے اس پر اپنے پروں سے سایہ کئے ہوئے ہیں"۔

وہ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا

حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے غزوہ احد سے ایک روز قبل اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا مانگی اور دل کی گہرائیوں سے آخری روح پرور کلمات کچھ اس طرح نکلے:۔

"اے میرے مولیٰ! کل مجھے ایسا مد مقابل دے جو بہادر اور غضبناک ہو۔ میں تیری راہ میں اس سے جنگ کروں یہاں تک کہ مجھے قتل کر کے میرے جسم کے اعضاء کاٹ ڈالے۔ پھر جب میں تجھ سے ملوں تو تو فرمائے گا اے عبداللہ! تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں عرض کروں گا اے میرے مولیٰ! تیرے لئے اور تیرے رسول کے لئے"۔

اگلے روز جب میدان احد میں قدم رکھا تو خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بار بار کہتے:۔

"میں دشمن سے لڑوں گا یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر کے میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا"۔

عرش کے خدا نے آپ کی اس آخری خواہش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور آپکو شہادت جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا۔ اور المجدع فی اللہ (یعنی خدا کی راہ میں کاٹا گیا) کا امتیازی نشان آپ کو ملا۔

آپ معرکہ احد میں بڑے جوش اور ولولے سے لڑے۔ آپ کی تلوار لڑتے لڑتے ٹوٹ گئی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک چھڑی عنایت فرمائی جس نے آپ کے ہاتھ میں تلوار کا کام دیا۔ اسی کے ساتھ لڑتے رہے بالآخر اسی دوران ابوالحکم ابن اخنس الثقفی نے آپ کو شہید کر دیا۔ مشرکین نے مثلہ کیا اور آپ کے کان، ناک کاٹ کر دھاگے میں پروئے اور یوں آپ کی آخری تمنا پوری ہو گئی۔

مجھے احد سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے

حضرت انس بن نضرؓ غزوہ بدر میں شامل نہ ہو سکے تھے جس کا انہیں شدید رنج تھا۔ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:۔

"یا رسول اللہؐ افسوس ہے کہ آپ کے پہلے غزوہ میں شامل نہ ہو سکا اب اگر زندگی باقی رہی اور خدا تعالیٰ نے مجھے آپ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے کا شرف بخشا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں"۔

خدائی تقدیر آپ کو غزوہ احد میں لے آئی۔ جنگ کے دوران ایک موقع پر جب مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگے تو آپ بڑی بہادری سے آگے بڑھے۔ راستہ میں حضرت سعد بن معاذؓ سے ملاقات ہوئی تو انہیں اپنی زندگی کا آخری پیغام ان الفاظ میں دیا:۔

"اے سعد کہاں جا رہے ہو۔ جنت تو وہ ہے خدا کی قسم میں احد کی جانب سے جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہوں"۔

آپ یہ کہتے ہوئے کفار کے لشکر میں گھس گئے۔ شہادت کا رتبہ پایا اور جنت کی خوشبو سے معطر ہوئے۔ آپ کے جسم مبارک پر اسی (۸۰) کے قریب زخم آئے۔ کفار نے روایتی سفاکی کا ثبوت دیتے ہوئے لاش کے مختلف اعضاء کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے آپ کی لاش کی شناخت نہ ہو سکی۔ لیکن آپ کی ہمشیرہ ربیعہ بنت نضرؓ نے انگلی سے اپنے بھائی کی لاش پہچانی۔

اے انس! تجھے مبارک ہو۔ تیری آخری خواہش پوری ہو گئی۔ اب تیری روح جنت کے لالہ زاروں سے خوب خوب معطر ہو رہی ہوگی۔

خدایا مجھے اب زندہ گھر واپس نہ لا

غزوہ بدر سے قبل حضرت عمرو بن جموحؓ کے پاؤں پر چوٹ لگ گئی اور ایک گہرا زخم آ گیا جس کی وجہ سے لنگڑا کر چلنے لگے اور غزوہ بدر میں شامل نہ ہو سکے لیکن جب غزوہ احد کا دن آیا تو شہادت کی تمنا لئے ہوئے گھسٹتے گھسٹتے حضورؐ کے پاس پہنچ گئے۔ حضورؐ نے دیکھ کر فرمایا:۔

"تم معذور ہو اس لئے مکلف نہیں ہو" (یعنی تم پر جہاد فرض نہیں ہے) لیکن سوال شہادت کا تھا۔ آپ نے فوراً عرض کیا:۔

"یا رسول اللہ! یہ لڑکے مجھے آپ کے ساتھ جانے سے روک رہے ہیں۔ لیکن خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ میں اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ جنت میں گھسٹتا ہوا جاؤں گا"۔

اس پر حضورؐ نے انہیں شامل ہونے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ آپ نے ہتھیار سنبھالے اور احد کا رخ کیا اور خدا کے حضور رو رو کر یوں دعاء کی:۔

"اے خدایا! مجھے شہادت عطا کر اور اب زندہ گھر واپس نہ لا"۔

خلوص سے کی ہوئی یہ دعاء بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی۔ آپ بڑی شجاعت اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہادت کے مقام پر فائز ہوئے اور اپنے آخری قول میں سچے نکلے اور گھسٹتے گھسٹتے جنت کے مکینوں میں جا داخل ہوئے۔ جب حضورؐ آپ کی نعش کے پاس سے گزرے تو فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی قسم پوری کرتا ہے .... عمرو بھی انہی میں سے ہیں۔ اور میں انہیں جنت میں اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں"۔

آجکل کے مہمان

غزوہ احد میں حضرت ثابت بن وقشؓ اور حضرت حسیل بن جابرؓ کو بڑھاپے اور ضعیف العمری کے باعث عورتوں اور بچوں کے پاس نگرانی کیلئے چھوڑ دیا گیا۔ لیکن اس عمر میں بھی شوق شہادت نے چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ جب میدان کارزار گرم ہوا تو ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"ہم کس بات کے منتظر ہیں۔ بوڑھے تو ہو چکے ہیں اور آجکل کے مہمان ہیں تو کیوں نہ تلوار لے کر حضورؐ سے جا ملیں شاید خدا تعالیٰ ہمیں شہادت سے نوازے"۔

چنانچہ شہادت کی تمنا نے ان دونوں بزرگوں کو مزید بیٹھنے نہ دیا۔ اپنی تلواریں سنبھالیں اور میدان جنگ میں کود پڑے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ عمل بہت پسند آیا۔ ان کی شہادت کی آرزو پوری ہو گئی اور اب وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان بن گئے۔ حضرت ثابت بن وقشؓ تو مشرکوں کے ہاتھوں شہید ہوئے جبکہ حسیل بن جابر کو خود مسلمانوں نے غلطی سے شہید کر ڈالا۔

تمہارا کوئی عذر نہیں سنا جائیگا

اسی غزوہ میں حضرت سعد بن ربیعؓ کے جسم پر نیزوں کے بارہ زخم لگے اور یہی زخم آپ کی شہادت کا باعث بنے چونکہ اس جنگ میں ایک موقعہ پر مسلمان منتشر ہو گئے تھے۔ اس لئے ایک دوسرے کی خبر لینا مشکل ہو گیا۔ اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"کون ہے جو سعد بن ربیعؓ کی خبر لاتا ہے"

حضرت ابی بن کعبؓ حضورؐ کی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ آپ کا آخری وقت آن پہنچا تھا۔ نزعے کی حالت طاری تھی۔ سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔ الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ ہمت کر کے اللہ کے حضور جانے سے قبل ایک آخری بات کہی جو تاریخ نے یوں محفوظ کی ہے:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام کہنا اور بتانا کہ مجھے نیزوں کے بارہ زخم لگے ہیں۔ اور انصار سے کہنا کہ اگر خدانخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے اور تم میں سے ایک بھی زندہ بچ گیا تو یاد رکھنا قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عذر نہیں سنا جائیگا۔ کیونکہ تم نے عقبہ کی رات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے کی بیعت کی تھی"۔

یہ آخری بات کہنے کے بعد آپ اللہ کے حضور حاضر ہو گئے۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے یہ آخری الفاظ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائے۔ تو آپ نے فرمایا:۔

"اللہ ان پر رحم کرے۔ زندگی اور موت دونوں میں اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ رہے"۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت سعد بن ربیعؓ کی صاحبزادی حضرت ام سعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں آئیں تو آپؓ نے اپنا کپڑا بچھا دیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کون ہے؟۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو ہم دونوں سے بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یا خلیفہ الرسول! وہ کیوں ؟۔ آپ نے جواب دیا کہ اس نے حضورؐ کی زندگی میں ہی جنت کا راستہ لے لیا اور ہم تم یہیں باقی رہ گئے۔

میں آج اپنے آپ کو نہیں بچاؤں گا

جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے موقعہ پا کر درہ کی جانب سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اس وقت حضرت وہب بن قابوس نے ان کا مقابلہ کیا اور کفار کے لشکر کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اتنے میں ایک اور لشکر آگے بڑھا تو حضور نے فرمایا:۔

"اس گروہ کو کون ہٹائے گا"

حضرت وہب نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ہٹاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے اس قدر تیر برسائے کہ اس گروہ کو بھی بھاگنا پڑا۔ ادھر سے فارغ ہوئے تو ایک اور جتھا دکھائی دیا۔ حضورؐ نے فرمایا:۔

"اس کو کون ہٹائے گا"

حضرت وہبؓ نے عرض کی یا رسول اللہ میں ہٹاؤں گا اور تلوار سے اس لشکر کا مقابلہ کیا حتیٰ کہ اس جتھے کو بھی پسپا ہونا پڑا اتنے میں ایک اور لشکر آیا۔ حضور نے پھر وہی ارشاد فرمایا اور اس وقت بھی حضرت وہبؓ نے لبیک کہا تب حضورؐ نے بڑے جلال سے فرمایا:۔

"اٹھو میں تمہیں جنت کی بشارت دیتا ہوں"

اتنا سننا تھا کہ حضرت وہبؓ خوشی خوشی یہ کہتے ہوئے دشمن کی صفوں میں تن تنہا گھس گئے:۔

"واللہ نہ میں آرام کروں گا اور نہ جہاد سے پیچھے ہٹوں گا نہ کسی کو چھوڑوں گا اور نہ آج اپنے آپ کو بچاؤں گا"۔

جب آپ بڑی جانفشانی سے لڑ رہے تھے تو حضور نے آپ کی بہادری کو دیکھ کر فرمایا:۔

"اللہ اس پر رحم کرے"

اچانک مشرکین نے آپ پر چاروں طرف سے تیروں کی بارش برسا دی۔ آپ کو بیس زخم لگے۔ یہ زخم بہت گہرے تھے۔ کثرت سے خون بہہ جانے کے باعث آپ شہید ہو گئے۔ اس طرح آپ نے اپنے قول کو سچ کر دکھایا کہ:۔

"نہ آج میں اپنے آپ کو بچاؤں گا"

آپ کی شہادت کی خبر سن کر حضورؐ آپ کی نعش کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:۔
"اللہ تم سے راضی ہو کیونکہ میں تم سے راضی ہوں"
دشمن نے آپ کی لاش کا بھی مثلہ کیا اور جسم کو کاٹ کاٹ کر بکھیر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تدفین تک آپ کی قبر کے پاس کھڑے رہے۔
حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ فرمایا کرتے تھے کہ کاش "مزنی" کی شہادت ہمیں نصیب ہوتی۔ "مزنیہ" آپ کے قبیلے کا نام تھا اس نسبت سے آپ مزنی کہلاتے تھے۔

لبیک لبیک

احد کے روز جب دشمنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے میں لے لیا تو اس موقع پر حضورؐ نے فرمایا:۔
"کون ہمارے لئے جان قربان کرے گا"
اس بات کا سننا تھا کہ حضرت زیاد بن سکنؓ پانچ جاں نثاروں کو ساتھ لے کر "لبیک لبیک" کہتے ہوئے آگے بڑھے اور ایک ایک کر کے سب نے بڑی بے جگری سے لڑتے ہوئے اپنی جانیں فدا کر دیں۔
حضرت زیاد بن سکن کو چودہ زخم لگے پھر آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ جب آپ زخموں سے چور ہو کر گر گئے تھے تو حضور نے فرمایا:
"ان کو میرے قریب لاؤ"
چنانچہ لوگ انہیں اٹھا کر حضور کے قریب لے آئے۔ ابھی آخری سانس باقی تھے۔ آپ نے اپنا سر حضور کے قدموں میں رکھ دیا اور یوں خادم نے آقا کے قدموں میں جان دے دی۔

میں نے ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھی

حضرت عمرو بن ثابتؓ جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ احد کے دن اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! جنگ کروں یا پہلے اسلام قبول کروں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" دونوں کام کرو۔ پہلے اسلام قبول کرو پھر لڑائی میں شرکت کرو"۔ اس پر کہنے لگے "یا رسول اللہ" میں نے ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھی تو ایسی صورت میں اگر مارا گیا تو کیا میرے لئے بہتر ہوگا؟ فرمایا ہاں۔ "چنانچہ آپ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔
پھر تلوار اٹھائی اور دشمن کا خوب مقابلہ کیا۔ لڑائی میں شدید زخم کھائے۔ میدان سے اٹھا کر گھر لائے گئے۔ صحابہ حال پوچھنے کے لئے اکٹھے ہوئے کہ روح جسم سے پرواز کر گئی اور یوں آپ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ادھر مسلمان ہوئے اور ادھر شہادت جیسی عظیم نعمت سے سرفراز ہوئے۔

J & L LAUNDERETTE
KINGSTON UPON THAMES

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا:..
"عمل تھوڑا کیا مگر اجر بہت ملا"
حضرت ابو ہریرہؓ جب بھی اپنے شاگردوں میں تشریف فرما ہوتے تو دریافت فرماتے کہ "کوئی ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک وقت کی بھی نماز نہ پڑھی ہو اور سیدھا جنت میں داخل ہوا ہو۔ جب لوگ جواب نہ دے سکتے تو آپؓ فرماتے وہ "احیرم عبدالاشہل ہیں۔
احیرم آپ کا لقب تھا اور عبدالاشہل آپ کے آباؤ اجداد میں سے کسی کا نام تھا۔
اللہ اللہ یہ کس قدر عجیب فوج تھی یہ کیسا نرالا لشکر تھا۔ پھر انکی تمنائیں کیسی تھیں۔ دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے آخری کلمات اس کے صبر وہمت، عزم و استقامت کی حیران کن نشاندہی کرتے ہیں۔

بقیہ "کابل کی سرزمین پر آگ اور خون" از صـ ۱۱

والے خدا کے غضب کو بھڑکانے کا موجب بنتے رہے تھے۔ اور خود غضب الٰہی کا نشانہ بن کر دوسروں کے لئے عبرت کا سامان مہیا کرتے رہے تھے۔ جب کابل میں ۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء کو انتہائی سفاکی اور درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ کو سنگسار کیا گیا تو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب "تذکرۃ الشہادتین" میں کابل کی زمین پر اس بہیمانہ ظلم کے ارتکاب کے حوالہ سے خود کابل کی زمین کو مخاطب کرتے ہوئے رقم فرمایا:۔
"یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس سے غریب عبدالرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا اور خدا چپ رہا مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہونگے۔ چنانچہ سنا گیا ہے کہ جب شہید مرحوم کو ہزاروں پتھروں سے قتل کیا گیا تو انہی دنوں میں سخت ہیضہ کابل میں پھوٹ پڑا اور بڑے بڑے ریاست کے نامی اس کا شکار ہو گئے اور بعض امیر کے رشتہ دار اور عزیز بھی اس جہان سے رخصت ہوئے۔ مگر ابھی کیا ہے۔ یہ خون بڑی بے رحمی کے ساتھ کیا گیا ہے اور آسمان کے نیچے ایسے خون کی اس زمانہ میں نظیر نہیں ملے گی۔ ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم شخص کو کمال بے دردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا۔ اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بد قسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے"۔
(تذکرۃ الشہادتین طبع اول صـ ۷۲)
اس دن سے آج تک کابل کو حقیقی امن کبھی نصیب نہیں ہوا۔ امن کے چند ظاہری وقفوں کے سوا کابل کی زمین بالعموم خانہ جنگی کی آماجگاہ بنی رہی ہے۔
ایک کے بعد دوسرا حکمران قتل ہوتا چلا آ رہا ہے اور اگر ان میں سے کوئی قتل ہونے سے بچ رہا تو اسے بہت ذلت وخواری کے ساتھ حکومت سے دستبردار ہو کر جلاوطنی اختیار کرنا پڑی اور اس غریب الوطن نے کسمپرسی میں زندگی گزاری۔
اس ظلم عظیم پر جو اس زمین میں روا رکھا گیا ۹۱ برس گزرنے کے باوجود اب جو ہولناک خانہ جنگی کی وجہ سے خونریزی ہو رہی ہے اور شہر متحارب گروہوں کی ہولناک بمباری اور گولہ باری کی وجہ سے جس طرح ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکا ہے اور ہر طرف کشتوں کے پشتے لگ رہے ہیں۔ آئے دن اخبارات میں اس کی تفصیلات پڑھ پڑھ کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہر قاری کا دل خون کے آنسو روتا ہے۔
خدائے ارحم الراحمین کے حضور ہماری دعا ہے کہ وہ اس قوم کو اس ظلم عظیم کے ارتکاب کو یاد کر کے اس سے حقیقی طور پر تائب ہونے کی توفیق عطا فرمائے تا ان کی یہ حقیقی توبہ خدا کی ناراضگی کو دور کرنے اور اس کے غضب کو فرو کرنے کا موجب بن جائے اور تا خود مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا خون بے دردی سے بہنے اور بہتے چلے جانے کا سلسلہ بند ہو اور یہ زمین غلبہ حق اور سلامت روی کے طفیل حقیقی و دائمی امن اور صلح و آشتی سے ہمکنار ہو اور ہمیشہ ہمکنار رہے۔
آمین

چاروں طرف ہیں نور کے پردے تنے ہوئے

(۲۱ جنوری ۱۹۹۴ء کے خطبہ جمعہ کے منظر کا تاثر)

چاروں طرف ہیں نور کے پردے تنے ہوئے
دیکھو! ذرا وہ سامنے آکر کھڑے ہوئے
قدموں میں ان کے بیٹھ کر جینے کی آرزو
کتنے ہی لوگ اٹھ گئے، دل میں لیے ہوئے
اے ناخدا! ہے کب تلک منجدھار کا یہ دور؟
کتنی ہی دیر ہوگئی ہم کو گھرے ہوئے
ہر روز عکس دیکھ کر تڑپیں گے کب تلک؟
اشک رواں ہیں راہ کے تارے بنے ہوئے
ہم جی رہے ہیں دامن امید تھام کر!
آئیں گے ایک دن تو وہ "سورج" چڑھے ہوئے
عزم و عمل کے زور سے بڑھتے رہو مدام
رکتے نہیں ہیں یہ قدم آگے بڑھے ہوئے
چاروں طرف سے آئے گی آواز ایک دن
"امجد وہ دیکھو! سامنے آکر کھڑے ہوئے"

(محمد یعقوب امجد)

بقیہ مختصرات از صـ ۱

(۳) کیا ایم۔ ٹی۔ اے کے پروگرام مسجد میں دیکھنے جائز ہیں؟
(۴) آخرت میں کس طرح کی حوریں مومنوں کو ملیں گی؟
(۵) کہتے ہیں کہ امام مہدی کے پاس حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت داؤد کی انگشتری ہوگی۔ کیا یہ درست ہے؟
(۶) کیا واقعی دعاؤں سے تکالیف دور ہو جاتی ہیں؟
(۷) کیا دعا کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے؟
(۸) عالمگیر اسلامی نظام کو تو وہ نظام ہے جو اول دور اسلام میں شروع ہوا اور زیادہ دیر نہ رہا؟۔
(۹) کیا بچہ کی پیدائش سے قبل اس کی جنس کے متعلق معلوم کرنا درست ہے؟
(۱۰) بے اولاد والدین کس حد تک سائنس کی مدد سے اولاد حاصل کر سکتے ہیں؟

۳۰ اپریل ۱۹۹۴ء۔ آج کے پروگرام "ملاقات" میں چند انگریز احمدیوں نے شمولیت کی۔ آج حضور انور کو لندن آئے ہوئے دس سال ہو گئے ہیں اس مناسبت سے حضور انور نے سب سے پہلے پاکستان سے اپنے سفر ہجرت کے ایمان افروز حالات اور واقعات بیان فرمائے۔ شریک مجلس مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ (جو اس وقت سب سے پرانے انگریز احمدی مبلغ اسلام ہیں) نے اپنی زندگی کے بعض حالات بتائے اور بالخصوص پہلی بار قادیان جانے کی تفصیل بیان کی۔ بعد ازاں حضور انور نے متفرق سوالات کے جوابات دئے۔ ساری گفتگو انگریزی زبان میں ہوئی۔

یکم مئی ۱۹۹۴ء۔ آج سیرالیون کے احمدی احباب نے "ملاقات" پروگرام میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ انفرادی تعارف کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دئے:۔
(۱) عیسائیوں میں یہ خیال کہاں سے آیا کہ مرد کی ایک بیوی ہونی چاہئے؟
(۲) دنیا میں اس وقت بہت تشدد اور نسلی تعصب ہے جس کی بڑی وجہ قبائلی عصبیت ہے اس بارہ میں اسلامی تعلیم کیا ہے؟
(۳) کیا اسلام میں ارتداد کی کوئی سزا ہے؟
(۴) افریقی ممالک میں سرمایہ کاری کی رفتار ترقی پر تبصرہ۔
(ساری گفتگو انگریزی زبان میں ہوئی)
(ع۔م۔ر)

یاد رفتگان

الحاجی راجی بصیریو مرحوم

مکرم چوہدری صفدر نذیر گولیکی، امیر و مشنری انچارج بینن، مغربی افریقہ لکھتے ہیں:۔

۱۹۹۴ء کی ابتداء جہاں بہت سی خوشیوں سے ہوئی وہاں ہمارے دلوں کو ایک خبر غمگین بھی کر گئی اور وہ تھی الحاجی راجی بصیریو (پیتی بازار) کی وفات جو ۹ جنوری کی رات ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (پیتی بازار فرانسیسی زبان میں چھوٹے بازار کو کہتے ہیں۔ چونکہ آپ کی دو کان چھوٹے بازار میں تھی جس میں ہر چیز مل جایا کرتی تھی۔ اس لئے آپ کے نام کے ساتھ پیتی بازار کا لفظ بھی لوگوں میں معروف ہوا یعنی چھوٹے بازار والے حاجی بصیریو)۔ مکرم الحاجی صاحب بہت ہی مشہور و معروف تاجر "الراجی" کے بیٹے تھے۔ ۱۹۱۵ء میں داؤمے کے شہر پورو خونو (جاسین) میں پیدا ہوئے۔ حاجی صاحب کے والد محترم نہایت دین دار آدمی تھے اور خدا نے رزق بھی وافر عطا فرمایا تھا۔ حاجی صاحب ناز و نعمت میں پلے۔ جب بڑے ہوئے تو تجارت کا پیشہ اپنایا اور جنگ عظیم دوئم میں نہایت حکمت عملی سے کام لے کر تجارت میں اور خوب پیسہ کمایا اور مختلف جگہوں پر مکانات و دوکانیں تعمیر کر کے کرایہ پر چڑھا دیں۔ وسیع و عریض کھیت بھی خریدے اور زمینداری بھی شروع کر دی۔ بچپن سے ہی علم کے حصول کا شوق تھا۔ کچھ عرصہ جوانی میں گورنمنٹ کی نوکری بھی کی۔ علم کا شوق اس قدر تھا کہ ہر قسم کے اخبارات اور کتب خریدتے اور پڑھتے اور ان پر نشان لگاتے جاتے۔

الجزائر سے نکلنے والے رسالے "آئی دو لا اسلام" کے باقاعدہ خریدار تھے۔ ایک رسالے میں انہوں نے لکھا کہ یہ وقت امام مہدی کے نازل ہونے کا ہے۔ ۱۹٦۷ء میں ایک وفد نائجیریا سے احمدیت کی تبلیغ کرنے کے لئے بینن کے شہر "پورفتونو" میں باقاعدہ اجازت لے کر داخل ہوا اور سب سے پہلے الحاجی راجی بصیریو کے گھر آئے اور انہیں تبلیغ کی۔ اس وفد کے سربراہ تھے مکرم الحاجی سیکرو داؤدہ صاحب جو آجکل ہمارے سیکرٹری تبلیغ ہیں۔ طبیعت نیکی کی طرف مائل تھی، امام مہدیؑ کی آمد کا سن کر بیعت کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن بیعت فارم انگریزی میں تھا۔ کہنے لگے مجھے فرانسیسی میں چاہئے تا میں تمام شرائط بیعت خود پڑھوں اور سمجھوں تا کہ میں بقیہ زندگی ان پر قائم رہوں۔ چنانچہ بیعت فارم بعد ازاں فرانسیسی میں مہیا کیا گیا۔ اپنے بال بچوں اور اپنی چار بیویوں سمیت احمدیت میں شامل ہو گئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ بیعت سے قبل میں سوچا کرتا تھا کہ کاش میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں پیدا ہوتا اور آپ کو دیکھتا اور اتباع کرتا، خدا تعالیٰ نے میری دلی تمنا کو اور رنگ میں پورا فرما دیا اور مجھے توفیق دی کہ کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کا غلام بن گیا۔

مطالعہ کا اس حد تک شوق تھا کہ آخری عمر میں جب بھی گھر پر دیکھا کوئی نہ کوئی کتاب پڑھتے دیکھا۔ خاص خاص رسالوں سے اٹیچی کیس بھرے ہوئے تھے۔ کئی نوٹ بکس تیار کی ہوئی تھیں۔ احمدیت میں شامل ہونے کے بعد کئی چھوٹے چھوٹے پمفلٹ خود تیار کر کے چھپوائے اور تقسیم کئے۔

قرآن کریم کا مطالعہ نہایت گہرا تھا۔ اس کے لئے مختلف تراجم رکھے ہوئے تھے۔ بائبل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کئی پیش گوئیاں زبانی یاد تھیں۔ جب خدا نے اتنا علم دیا تھا تو تبلیغ کے ذریعہ سے بڑھایا کرتے تھے۔ عمر کے آخری ۲۰، ۲۵ سال تو اس کام کے لئے وقف ہو کر رہ گئے۔ گاؤں گاؤں، شہر شہر، جہاں بھی اور جب بھی موقعہ ملا تبلیغ کرتے اور یوں سارے ملک میں اپنے کام اور نام سے جانے جاتے تھے۔ اپنی گاڑی ہمیشہ تبلیغ اور مبلغین کے لئے وقف کئے رکھی۔ تھکا دینے والے سفروں میں بھی مبلغین کا ساتھ دیا۔ پیدل بھی چلے اور ہمیشہ کھانا گھر سے پکوا کر ساتھ لے کر جاتے تا کہ کسی مقام پر پہنچ کر تکلیف نہ ہو۔ باوجود بوڑھے ہونے کے نہایت جواں دل داعی الی اللہ تھے۔ ہر سال بیعتوں کا ٹارگٹ پیش کرتے اور ہمیشہ ہی ٹارگٹ سے بڑھ کر بیعتیں لاتے۔ علماء بھی بحث کرنے سے کتراتے تھے کیونکہ آپ کا علم نہایت پختہ اور درست تھا۔ تبلیغی سلسلہ میں کوشش کرتے کہ اصل حوالہ کتاب سے پیش کیا جائے۔ تبلیغ کے سلسلہ میں بینن کے علاوہ دوسرے ممالک کا بھی دورہ کیا۔

مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ جو وعدہ لکھواتے اسے پورا کرتے۔ تحریک جدید، وقف جدید کے چندوں میں سب پوتوں پڑپوتوں کو بھی شامل کیا ہوا تھا۔ وقت مقررہ پر خود ادا کرتے۔ جو بچے برسر روزگار تھے ان کو خطوط کے ذریعہ توجہ دلاتے رہتے کہ چندہ ضرور دیا کرو۔ غیر از جماعت دوستوں کو بھی مالی قربانی کے فوائد بتاتے اور بعض دفعہ کثیر رقم سیکرٹری مال کو لا کر دیتے اور پھر رسید واپس لے جا کر دیتے۔

ان کا گھر تو غریبوں مسکینوں کی آماجگاہ تھا۔ محلے کے بہت سے بچوں نے ان کے گھر رہ کر علم اور پیٹ کی بھوک مٹائی۔ جب بھی کسی گاؤں میں جاتے اگر دیکھتے کہ کوئی لائق بچہ یا بچی ہے تو اسے اپنے گھر لے آتے اور اس کی ہر طرح مدد کرتے۔ یہاں تک کہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے۔ دن بھر میں مختلف گاؤں اور شہروں سے آنے والے لوگوں کی ہر طرح مدد کرتے اور کوئی بھی خالی ہاتھ نہ جاتا۔ جب کوئی ادھار مانگتا تو اسے تحفہ کے طور پر کچھ دے دیتے اور ادھار مانگنے سے منع فرماتے۔ کام گھر کا ہوتا یا کھیت میں، احمدی احباب کو کام پر لگاتے کہ چلو اس طرح ان کی مدد ہو جائے گی۔

ایک شوق جو حد سے بڑھا ہوا تھا وہ مساجد کی تعمیر کا شوق تھا۔ کثیر رقم خرچ کرتے اور خود ہمہ وقت حاضر رہ کر مزدوروں جیسا کام کر کے خوش ہوتے۔ آخری سالوں میں تقریباً ۴، ۵ مساجد تعمیر ہوئیں۔ ہر مسجد کا نقشہ خود بنایا۔ اس کے اخراجات کا اندازہ لگایا اور پھر اپنی ویگن اور گاڑی اس کام کے لئے وقف کر دی۔ جب تک کہ مسجد تعمیر نہیں ہو جاتی کئی کئی چکر لگاتے۔ بعض مساجد ایسی جگہ پر بھی تعمیر کیں جہاں آمد و رفت نہایت مشکل تھی۔ ایک بار ایک گاؤں میں مسجد کی تعمیر کی۔ گاؤں کا نام ہے "آگونکے"، سارا سامان ٹرک پر لاد کر لے گئے۔ گاؤں کے قریب پہنچ کر ٹرک ایک کھائی میں پھنس گیا اور پھر بارش بھی شروع ہو گئی۔ ساری رات سامان کو ایک جگہ منتقل کرتے رہے اور صبح جب واپس آئے تو نڈھال تھے۔ کئی دن بیمار رہے۔

۱۹۷۴ء میں جب علماء پاکستان جماعت احمدیہ کی مساجد کو جلا رہے تھے یا توڑ پھوڑ رہے تھے اس وقت الحاجی صاحب نے پورخونو میں خود قطعہ زمین خرید کر مسجد تعمیر کی۔ اور یہ مسجد بینن میں پہلی احمدیہ مسجد تھی۔ بعد ازاں تین اور مساجد بھی ذاتی خرچ سے تعمیر کیں۔ اس مساجد میں سے ایک مسجد گانویے کی مسجد ہے جہاں پانی پر گھر بنا کر رہتے ہیں۔ جب بھی سیاح بینن آتے ہیں تو اس گاؤں کو ضرور دیکھتے ہیں۔ الحاجی صاحب نے اس گاؤں میں بھی احمدیہ مسجد تعمیر کی۔ عید گاہ کی بڑی زمین جو ایک ایکڑ سے زیادہ ہے جماعت کو تحفۃً دے دی۔

خدا تعالیٰ نے رزق وافر عطا کیا تھا لیکن نہایت ہی سادہ مزاج آدمی تھے۔ صاف ستھرے کپڑے پہنتے تھے۔ کوئی پہلی نظر میں دیکھ کر نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ بہت امیر آدمی ہے۔ سادہ کھانا کھاتے اور دوسروں کو بھی سادگی کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ چندہ ضرور ادا کیا کرو اور سادہ زندگی بسر کیا کرو۔ یہی تحریک جدید کی شرائط میں سے ایک اہم شرط ہے۔ آپ کو ہر بد رسم سے اس قدر نفرت تھی کہ جہاں کہیں بھی ذرا کوئی بد رسم کا رجحان محسوس کرتے تو تلقین کرتے اور ان مجالس میں جانے سے پرہیز کرتے جہاں بد رسومات ہوا کرتی تھیں۔ اپنے گھر میں تو اس کی خاص طور پر پابندی کرتے۔

آپ نے بیعت کے بعد اپنے ایمان کو چھپایا نہیں بلکہ سب پر ظاہر کیا کہ وہ خدا کے فضل سے احمدی ہیں۔ جہاں بھی گئے، جس مجلس میں بھی بات ہوئی احمدیت کے حوالے سے بات کرتے اور احمدیت ہی کے حوالے سے وہ پہچانے جاتے تھے۔ خلفاء احمدیت سے اس قدر محبت تھی کہ جب بھی کوئی بات سنتے خود عمل کرتے اور پھر دوسروں کو عمل کرنے کی تلقین کرتے اور جب بھی خلیفہ وقت کی کسی قریبی ملک میں آمد کے متعلق سنتے تو وہاں پہنچ کر برکت حاصل کرتے۔ اس کے لئے آئیوری کوسٹ، گھانا اور نائجیریا کے سفر کئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور آخری سفر جس کے بعد بیماری نے اٹھنے نہیں دیا وہ جلسہ سالانہ لندن ۱۹۹۳ء کا سفر تھا۔ جب واپس آئے تو بہت خوش تھے اور خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔ جس مجلس میں بیٹھتے اس میں حضور انور ایدہ اللہ کا ذکر ضرور کرتے اور احمدیت کی ترقی کے حوالے سے بتاتے کہ کس طرح جماعت خدا کے فضل سے ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور کہتے کہ اتنے بڑے کام کے لئے ہمیں مالی قربانی میں پیش پیش رہنا چاہئے۔

باوجود اس کے کہ آپ ۱۹٦۷ء سے ہی صدر جماعت احمدیہ مقرر ہوئے اور آخری وقت تک اس عہدہ پر رہے جبکہ آخری چھ مہینے نائب امیر کے عہدہ پر بھی رہے۔ لیکن ہمیشہ ہی مبلغین کرام اور لوکل مبلغین کی عزت کی اور ہر طرح ان کی اطاعت کی۔ مکرم شمشیر سوکیہ صاحب، مکرم لقمان صاحب، مکرم انعام الرحمٰن ناز صاحب اور خاکسار کے علاوہ نائجیریا سے کئی لوکل مبلغین مختلف اوقات میں آتے رہے سب کے ساتھ ہی محبت و پیار کا سلوک کیا۔

خاکسار تو الحاجی صاحب کا بہت ہی احسان مند ہے۔ جب بھی خاکسار بیمار ہوتا تو موصوف ہی ڈاکٹر کو لاتے اور میرا علاج کرواتے اور پھر مسلسل رابطہ رکھتے اور بہت دعا کرتے۔ جب بھی الحاجی صاحب کو کسی کام کی غرض سے بلایا تو ہمیشہ ہی تیار پایا اور وقت مقررہ پر تشریف لائے۔ دن میں ایک بار ضرور مشن میں تشریف لاتے اور ضروری امور سرانجام دیتے۔

نماز روزہ کی سختی سے پابندی کرتے۔ نمازیں باقاعدگی سے ادا کرتے۔ نظر کمزور ہونے کے باعث صرف ظہر و عصر کی نمازیں مسجد میں اور باقی گھر پر باقاعدہ اہتمام سے ادا کرتے۔ درس وغیرہ بھی دیتے اور پھر بتاتے کہ آج میں نے بچوں کو یہ بات بتائی ہے۔ بہت صاحب عزم اور جواں ہمت تھے۔ آخر دم تک سوائے اس کے کہ بیماری بڑھ گئی سائیکل پر مسجد آتے رہے۔ باوجود دو گاڑیاں ہونے کے سائیکل چلاتے اور کہتے کہ اس سے کافی ورزش ہوتی ہے۔ ۷۸ سال کی مصروف زندگی گزارنے کے بعد چند دن بیمار رہ کر خدا تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

ان کی نماز جنازہ میں احمدی غیر احمدی احباب کی تعداد تین ہزار سے زائد تھی۔ مکرم امیر صاحب نائجیریا کو خاص طور پر اطلاع دی گئی۔ وہ عین نماز جنازہ کے وقت قبرستان پہنچ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں موصوف کو کثرت مال عطا فرمایا وہاں کثرت اولاد بھی عطا فرمائی۔ مختلف اوقات میں کل سات شادیاں کیں۔ وفات کے وقت چار بیواؤں کے علاوہ ڈھیر سارے بچے، پوتے، پوتیاں اور نواسے نواسیاں چھوڑے۔ آپ کی سب سے چھوٹی بچی کی عمر ۴ سال ہے جو وقف نو میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے سب پسماندگان کو ان کی خوبیوں کا وارث بنائے۔ آمین

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES

376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR
FREE DELIVERY
081-877 0469/1040
PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN
ARNEY'S
164 GARRAT LANE
LONDON SW18 4DA
SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

اجرام فلکی میں زندگی

(محمود احمد اشرف)

(نوٹ:۔ زیر نظر مضمون میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی مجالس عرفان سے ریکارڈ شدہ دو اقتباسات شامل ہیں جن کی صحت کی ذمہ داری مضمون نگار پر عائد ہوتی ہے۔)

یہ سوال قدیم سے انسان کے ذہن میں موجود رہا ہے کہ کیا اس کائنات میں کرہ ارض کے علاوہ بھی کسی جگہ کوئی زندہ مخلوق موجود ہے۔ زمانہ قدیم میں تو کائنات کے متعلق انسان کا تصور بہت محدود تھا لیکن اب جب کہ ہمیں یہ علم ہے کہ یہ کائنات ہمارے ہر تصور سے بھی وسیع تر ہے تو اس مذکورہ سوال کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ اس وسیع و عریض کائنات میں ہماری زمین کی حیثیت کی مثال دنیا کے سب ساحلوں پر پڑی ہوئی ریت کے صرف ایک ذرے سے دی جا سکتی ہے۔ اور ابھی ہم کائنات کی ان وسعتوں کی کسی حد سے واقف نہیں ہیں۔

جدید دور کے سائنس دانوں اور بڑے بڑے مفکرین نے شائد کائنات کی انھی وسعتوں سے حیرت زدہ ہو کر اور اس میں بنی نوع انسان کی تنہائی سے مضطرب ہو کر لکھا ہے کہ کیا صرف ہماری اس بے حقیقت زمین پر انسان کی پیدائش کے لئے یہ اتنی بڑی کائنات پیدا کی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اتنے بڑے اور وسیع منصوبے کا اتنا چھوٹا حاصل بہت عجیب لگتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ سائنس کے حوالے سے انسان ابھی تک اس کائنات میں کسی بھی قسم کی زندگی کے وجود سے کلیۃً لاعلم ہے۔ کرہ ارض پر بنی نوع انسان ابھی تک تنہا ہیں مگر کائنات میں زندگی کی تلاش کا سفر ابھی جاری ہے۔ یہ سفر ابھی جس ابتدائی منزل پر ہے اس کے متعلق کچھ جاننے سے پہلے آیئے ہم قرآن کریم سے اس اہم اور دلچسپ موضوع پر رہنمائی حاصل کریں۔

ہم کائنات میں اکیلے نہیں ہیں

قرآن کریم ہماری موجودہ معلومات کے بالکل برعکس کائنات میں زندگی کے وجود کا اثبات کرتا ہے۔ سورۃ الطلاق آیت ۱۳ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَہُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الۡاَمۡرُ بَیۡنَہُنَّ لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۬ۙ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدۡ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عِلۡمًا ﴿۱۳﴾

یعنی اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے ہیں اور زمینیں بھی آسمانوں کے عدد کے مطابق (پیدا کی ہیں) ان (آسمانوں اور ان زمینوں) کے درمیان اس کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اسی طرح اللہ ہر چیز کا علم سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں ایک اور جگہ (سورۃ الحشر آیت ۲ میں) فرماتا ہے:

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲﴾

یعنی آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کی تسبیح کر رہا ہے اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یعنی آسمان کے لوگ بھی اس کے نام کو پاکی سے یاد کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بھی۔ اس آیت میں یہ اشارہ فرمایا کہ آسمانی اجرام میں بھی آبادی ہے اور وہ لوگ بھی پابند خدا کی ہدائتوں کے ہیں" (اسلامی اصول کی فلاسفی)

زندگی کی تعریف کیا ہے۔؟

سائنسی بنیادوں پر جب ہم اجرام فلکی میں زندگی کی تلاش کا سفر شروع کرتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں یہ سوال درپیش ہوتا ہے کہ زندگی کی تعریف کیا ہے۔ وائرس اور بکٹیریا سے لے کر انسان تک کرہ ارض پر زندگی کی لاتعداد انواع و اقسام پائی جاتی ہیں جن سے ہم واقف ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے علاوہ زندگی کی کوئی اور شکل نہیں ہو سکتی۔ افسانوی سائنس میں جن عجیب و غریب خلائی مخلوقات کا ذکر ملتا ہے سائنس تو ان تصورات کی بھی کلیۃً نفی نہیں کر سکتی ہے۔ لیکن بہر حال سائنس دان کہتے ہیں کہ اجرام فلکی میں زندگی کی تلاش کے متعلق ہمیں صرف اس زندگی تک محدود رہنا چاہئے جسے ہم زندگی کے طور پر جانتے ہیں۔ بصورت دیگر ہماری تلاش کی نہ کوئی انتہا ہو سکتی ہے اور نہ ہی شائد کوئی ٹھوس نتیجہ ہمارے سامنے آسکتا ہے۔

قرآن کریم میں ہمیں جس بیرونی زندگی کا اثبات ملتا ہے اگرچہ ہم اسکی نوعیت کا تعین تو نہیں کر سکتے تاہم کائنات میں پائی جانے والی وحدت کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہماری پہچانی ہوئی زندگی سے کسی نہ کسی رنگ میں مشابہ ہوگی۔ اس سلسلہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مجلس عرفان میں گفتگو کا یہ اقتباس کچھ روشنی ڈالتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"مخلوق مختلف شکل کی اور مختلف مادوں سے مرکب ہو سکتی ہے۔ ہوسکتا ہے کوئی مخلوق آگ سے بنی ہو۔ ہوسکتا ہے وہ کمپیوٹر ہارڈ ویر کی طرح بنی ہوئی کوئی چیز ہو۔ ہوسکتا ہے وہ محض ایک Ionization ہو اس کے باوجود زندہ مخلوق ہو۔ کیونکہ زندہ مخلوق کے لئے ایک تنظیم Organization اور ایک شعور ہونا چاہئے۔ کیونکہ صرف تنظیم تو کمپیوٹر میں بھی ہوتی ہے لیکن وہ ایک زندہ مخلوق نہیں ہے۔ اگر کمپیوٹر "میں" کہنے لگ جائے اور وہ "میں" کی حقیقت کو جانتا ہو تو وہ ایک زندہ چیز بن جائے گی۔ پس تنظیم زندگی کی طرح کا ایک Phenomenon پیدا کر سکتی ہے لیکن اگر خدا نے ایک تنظیم پیدا کر کے اس کو "انا" عطا کی ہے تو یہ ایک زندہ چیز ہے۔ پس یہ زندہ چیز کچھ بھی ہو سکتی ہے۔ خدا کی طاقتوں کو اس قسم کی زندگی تک محدود نہ کریں جو ہم زمین پر دیکھتے ہیں۔" (اقتباس از مجلس عرفان حضور انور ایدہ اللہ)

جیسا کہ یہ بتایا جا چکا ہے کہ سائنسی نقطہ نظر سے جب ہم زمین سے باہر زندگی کی تلاش کرتے ہیں تو ہم زمینی زندگی کے آثار و علامات کی تلاش تک ہی محدود ہوتے ہیں۔ زمین پر جو زندگی پائی جاتی ہے کیمیائی ترکیب کے اعتبار سے اسکی بنیاد کاربن پر ہے۔ کیمیائی تعاملات کے لئے پانی بطور واسطہ (Medium) ہے۔ ہائیڈروجن اور نائٹروجن کا کردار بھی اہم ہے۔ فاسفورس توانائی کو ذخیرہ کرنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے کام آتی ہے۔ سلفر پروٹین کے مالیکیول کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ زمینی زندگی کے متعلق یہ حقائق جاننے کے بعد اجرام فلکی میں ایسی زندگی کی تلاش کے لئے ہم یہ معیار مقرر کر سکتے ہیں۔ باہر کسی جگہ زندگی کے وجود کے لئے ضروری ہے کہ مثلاً وہ عناصر جو زندگی میں بنیادی کردار کے حامل ہیں وہ کائنات میں کثرت سے ہوں۔ کیمیائی مرکبات کی تشکیل کے لئے کوئی واسطہ پانی کی طرح کا ہو کیونکہ ٹھوس حالت میں باہمی نفوذ مشکل ہو جاتا ہے اور بہت طویل وقت لیتا ہے۔ اسی طرح سائنس دان کہتے ہیں کہ زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ بالائے بنفشی شعاعوں سے حفاظت کا بھی کوئی انتظام ہو جیسے ہماری زمین کے گرد کرہ ہوائی ہے۔ اس قسم کے دیگر کئی اصول اور معیار مقرر کر کے اجرام فلکی میں زندگی کی تلاش کا کام جو سائنسی بنیادوں پر استوار ہے ۱۹۵۰ء کی دہائی سے شروع ہوا ہے۔ اور خلا میں زندگی کی اس تلاش کو Exobiology کا نام دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں اب تک جو معلومات سامنے آئی ہیں ان کا کسی قدر مطالعہ باعث دلچسپی ہوگا۔

چاند پر زندگی کی تلاش

چاند زمین کا سیارہ ہے۔ اسکے متعلق جو حقائق ہمیں حاصل ہوئے ہیں ان کے مطابق چاند پر درجہ حرارت 100 K سے لے کر 400 K تک ہے۔ اور چونکہ چاند کے گرد کوئی قابل ذکر کرہ ہوائی بھی موجود نہیں ہے اس لئے سورج سے بالائے بنفشی شعاعیں اور چارج شدہ ذرات بلاروک اسکی سطح پر گرتے ہیں۔ اور شعاعوں کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ ہمارے علم کے مطابق جو خوردبینی حیات (Micro Organism) سب سے زیادہ ایسی شعاعوں کا مقابلہ کر سکتی ہے وہ بھی چاند کی سطح پر صرف آدھ گھنٹہ زندہ رہ سکتی ہے۔ اسی طرح مائع کی کوئی شکل چاند پر موجود نہیں ہے۔ چنانچہ چاند کی سطح زندگی کی کسی بھی شکل کے لئے بہت نامناسب دکھائی دیتی ہے۔ چاند سے مٹی کے جو نمونے لائے گئے ان میں کسی قسم کے نامیاتی مالیکیول کی تلاش کے لئے جو تحقیق کی گئی وہ بے نتیجہ رہی ہے۔

مریخ پر زندگی کے امکانات

مریخ کے متعلق بڑی دیر سے یہ خیال رہا ہے کہ وہاں زندگی کی کوئی ابتدائی شکل موجود ہو سکتی ہے۔ اسکے گرد جو باریک کرہ ہوائی موجود ہے وہ زیادہ تر کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس پر مشتمل ہے۔ کاربن مونو آکسائیڈ گیس اور پانی کے بھی کچھ آثار ملے ہیں۔ اسی طرح نائٹروجن بھی پائے جانے کا امکان موجود ہے۔ مریخ کی طرف بھیجے جانے والے خلائی مشنوں سے معلوم ہوا ہے کہ اگرچہ مریخ کی سطح پر بالائے بنفشی شعاعیں گر رہی ہیں تاہم اس کی فضا میں سرخ رنگ کا کوئی مادہ جو غالباً Ferric Oxide ہے موجود ہے اور یہ ان شعاعوں کا بڑا حصہ جذب کر لیتا ہے۔ درجہ حرارت بھی مریخ پر خط استوا پر قدرے معتدل ہے۔ تاہم رات کے وقت اور قطبین پر درجہ حرارت اتنا کم ہوتا ہے کہ فضا میں پائے جانے والے بخارات جم جاتے ہیں۔ مریخ کی سطح پر پائے جانے والے ان حالات کو مصنوعی طور پر پیدا کر کے ایسے خوردبینی حیات کو ان میں رکھا گیا جو آکسیجن کے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں تو وہ نہ صرف زندہ رہے بلکہ انکی نشو و نما بھی مشاہدہ کی گئی۔ اس امر کے باوجود کہ مائع شکل میں پانی ایک دن میں صرف پندرہ منٹ کے لئے مہیا کیا جاتا تھا۔ ان تجربات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمینی زندگی کو مریخ کی سطح پر بقا کے لئے کوئی خاص مشکلات درپیش نہیں ہیں۔ تاہم یہ بات حتمی طور پر پھر بھی نہیں کہی جا سکتی کہ مریخ پر زندگی موجود ہو سکتی ہے۔

وینس پر زندگی کے امکانات

وینس پر بھی کاربن ڈائی آکسائیڈ اور پانی وغیرہ کے آثار موجود ہیں جو کہ فوٹو سنتھی سز (Photosyn-thesis) کے لئے ابتدائی ضروریات میں شامل ہیں۔ وینس کے گرد جو بادل سے موجود ہیں ان کا دباؤ زمین کے کرہ ہوائی کے دباؤ کے ہی برابر ہے۔ خاص طور پر بادلوں کی نچلی سطح پر جو حالات ہیں وہ ہمارے موجودہ علم کے مطابق خلا میں پائے جانے والے حالات میں سے سب سے زیادہ زمینی حالات کے مشابہ ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ محض فضا میں پیدا ہونے والی اور فضا میں ہی زندہ رہنے والی کسی بھی خوردبینی زندگی کا ہمارے پاس کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ جس طرح مچھلیاں سمندر کے پانی میں ایک خاص بلندی پر رہتی ہیں وینس میں زندگی کی کوئی قسم ایک مخصوص بلندی پر پائی جاتی ہو۔ کیونکہ جہاں تک وینس کی سطح کا سوال ہے وہاں تو درجہ حرارت اس قدر زیادہ ہے کہ زمینی زندگی کی بقا ناممکن ہے۔ تاہم پھر بھی وہاں ایسی زندگی کے امکان کو رد کرنا ممکن نہیں ہے جس کی کیمیائی ترکیب ہماری زندگی سے مختلف ہو۔

نظام شمسی سے باہر زندگی کے امکانات

نظام شمسی سے باہر کروڑہا ستارے اور سیارے موجود ہیں۔ اور اگر ہم اپنی کہکشاں سے باہر جائیں تو کروڑہا کہکشائیں ہیں۔ اب اتنی بڑی کائنات میں زندگی کی تلاش کی ابتداء میں ہی انسانی عقل تھکنے لگتی ہے اور وہ ذرائع جو تمام تر سائنسی ترقی کے باوجود کائنات میں دور

CAN YOU SERIOUSLY AFFORD TO TRAVEL BY AIR WITHOUT FIRST CHECKING OUR PRICES? PHONE US FOR A QUOTE

ATLAS TRAVEL

THE TRAVEL AGENTS YOU CAN TRUST

061 795 3656

493, CHEETHAM HILL ROAD, MANCHESTER, M8 7HY

AL FAZL INTERNATIONAL
WEEKLY-LONDON

ISSN: 13529587

TEL No: (081) 870 8517
FAX No: (081) 870 1095

اطفال الاحمدیہ جرمنی کا پندرھواں سالانہ اجتماع

ملک بھر سے ۱۲۰۰ اطفال کی شمولیت۔ با جماعت نماز تہجد،

تلقین عمل، وقار عمل، مجلس سوال و جواب اور متفرق علمی و ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد

مجلس اطفال الاحمدیہ جرمنی کا سہ روزہ پندرھواں سالانہ اجتماع فرینکفورٹ سے چالیس کلومیٹر دور "نیڈا" شہر میں یکم، دو اور تین اپریل ۱۹۹۴ء (جمعہ، ہفتہ، اتوار) نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس سے قبل اطفال کا اجتماع، خدام کے اجتماع کے ساتھ ہی ہوا کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ اطفال الاحمدیہ جرمنی کا اجتماع خدام سے الگ منعقد کیا گیا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر لحاظ سے بہت ہی کامیاب رہا۔ الحمد للہ۔ اس اجتماع میں ۱۶۰ مجالس کے ۱۲۰۰ اطفال نے شرکت کی جن میں ۵۰ بوزنین اطفال تھے۔ اس کے علاوہ ۴۰۰ کے قریب دیگر احباب نے بھی اس اجتماع میں شمولیت کر کے اس کی رونق کو بڑھایا۔

اجتماع کی تیاری کے لئے ۴۲ اراکین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس نے دو ماہ قبل کام شروع کیا اور بڑی محنت کے ساتھ تمام امور کو انجام دیا۔ اجتماع کا افتتاح مکرم محمد منور عابد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی نے فرمایا۔ قریباً تمام اطفال کا قیام مقام اجتماع میں ہی تھی۔ چنانچہ ہفتہ اور اتوار کو علی الصبح نماز تہجد اور فجر کے لئے "صل علیٰ" کے ذریعہ اطفال کو بیدار کیا جاتا رہا۔ ایک ہزار سے زائد اطفال کا نماز تہجد کے لئے بیداری کا منظر بہت ہی دلکش اور روح پرور تھا۔ تمام نمازوں میں اطفال کی حاضری سو فیصد رہی۔ الحمد للہ

اس اجتماع میں پہلا عبداللہ واگس ہاؤزر کبڈ ی ٹورنامنٹ اور پہلا صاحبزادہ عبداللطیف شہید فٹ بال ٹورنامنٹ منعقد کیا گیا۔ کبڈ ی ٹورنامنٹ میں دس ٹیموں نے اور فٹ بال ٹورنامنٹ میں سترہ ٹیموں نے حصہ لیا۔ تمام کی تمام ٹیمیں نہایت خوبصورت یونیفارم میں ملبوس تھیں۔ کبڈ ی ٹورنمنٹ کا افتتاح مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت جرمنی نے اور فٹ بال ٹورنامنٹ کا افتتاح مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی نے کیا۔ کبڈ ی ٹورنامنٹ میں ہمبرگ سٹی اور فلڈاوزبرگ کی ٹیموں کے درمیان فائنل مقابلہ ہوا جو فلڈاوزبرگ کی ٹیم نے دس کے مقابلہ میں بارہ پوائنٹس سے جیت لیا۔ فٹ بال ٹورنامنٹ میں معیار صغیر کا فائنل میچ کاسل زون کی بوزنین اطفال ٹیم نے جیتا اور معیار کبیر کا فائنل فرینکفورٹ سٹی کی ٹیم نے جیتا۔

اس کے علاوہ دوڑ، لمبی چھلانگ، تین ٹانگ کی دوڑ، کلائی پکڑنے اور رسہ کشی کے ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے۔

اسی طرح تلاوت، نظم، تقریر، کوئز، اردو لکھنے نمائش، اذان اور عام دینی معلومات کے مقابلے بھی ہوئے۔ قریباً پانچ سو اطفال نے ان علمی مقابلہ جات میں حصہ لیا۔ مختلف مقابلہ جات میں امتیازی پوزیشن حاصل کرنے والوں میں شیلڈ اور سندات اور میڈل وغیرہ تقسیم کئے گئے۔

دو اپریل کو ایک دلچسپ مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی جس میں مکرم عطاء اللہ صاحب کلیم، مبلغ انچارج جرمنی نے اطفال کے سوالات کے جواب دئے اور اطفال سے خطاب فرمایا۔ تین اپریل کو اطفال کو اردو سے واقفیت دلانے اور اردو زبان میں دلچسپی پیدا کرنے کی غرض سے اردو نویسی کا مقابلہ بھی کروایا گیا جس میں ۱۲۷ اطفال نے حصہ لیا۔ اسی طرح شہر کی انتظامیہ سے اجازت لے کر شہر کے چھ مختلف مقامات پر وقار عمل کیا گیا جس میں چھ صد اطفال نے حصہ لیا۔ یہ وقار عمل ایک گھنٹہ جاری رہا۔

اجتماع کی اختتامی اجلاس کی کاروائی کا آغاز تین اپریل کی سہ پہر ساڑھے چار بجے مکرم امیر صاحب جرمنی کی صدارت میں تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ عہد اور نظم کے بعد مکرم عطاء اللہ صاحب کلیم، مبلغ انچارج جرمنی نے مختلف مقابلہ جات میں دوم اور سوم آنے والے اطفال میں انعامات تقسیم فرمائے۔ بعد ازاں مکرم امیر صاحب جرمنی نے اول آنے والے اطفال میں انعامات تقسیم فرمائے اور اطفال سے ایک پراثر اختتامی خطاب فرمایا۔ ساڑھے چھ بجے دعا کے ساتھ یہ اجتماع بخیر خوبی اختتام پذیر ہوا۔

★★★★★★★

بقیہ ۔۔ اجرام فلکی میں زندگی

دور تک رسائی کے لئے ہمیں حاصل ہیں بے بس نظر آتے ہیں۔ پھر بھی اس تلاش بسیار کے باوجود ہمارے پاس زندگی کے وجود کے لئے کوئی ثبوت نہیں ہے مگر اس سے بہت بڑھ کر ہمارے پاس نظریاتی طور پر کوئی بھی وجہ ایسی موجود نہیں ہے جسکی بنا پر ہم زندگی کے امکان کو رد کرنے کی جرات کر سکیں۔ مثلاً ہمارے نظام شمسی سے انیس نوری سال دور ایک ستارہ Delta Pavenis ہے جو کہ ہمارے سورج سے بہت ہی مشابہہ ہے۔ اگرچہ ابھی ہمیں اسکے گرد سیاروں کا کوئی علم نہیں ہے تاہم بہت ممکن ہے کہ وہاں کوئی زندگی بلکہ کوئی ذہین مخلوق موجود ہو۔ ۱۹۷۲ء میں Pioneer 10 کو خلا میں نظام شمسی کی حدود سے باہر جانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اس میں کسی ذہین مخلوق سے رابطہ کے لئے باقاعدہ ایک نظام تشکیل دیا گیا تھا۔ اس خلائی مشن کا سفر انسان کی اس خواہش کے ساتھ ساتھ جاری ہے کہ شاید کہیں کوئی مخلوق ہو اور وہ بھی ہماری طرح کائنات میں کسی اور جگہ کسی زندہ مخلوق کی تلاش میں ہو۔

قرآن کریم کا ایک اور حیرت انگیز انکشاف

اجرام فلکی میں زندگی کے متعلق ہماری موجودہ لاعلمی میں قرآن کریم کا یہ بیان کہ زمین کے علاوہ بھی زندگی موجود ہے ہمیں حیرت میں ڈال دیتا ہے اور ہمارے تجسس میں اور بھی اضافہ کر دیتا ہے۔ لیکن قرآن کریم اس سے بھی بڑھ کر ایک حیرت انگیز انکشاف کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس زندگی سے ہمارا رابطہ بھی ضرور ہو گا۔ اللہ تعالیٰ (سورۃ الشوریٰ آیت ۳۰ میں) فرماتا ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ﴿۳۰﴾

اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان جانداروں کی قسم سے اس نے پھیلایا ہے اس کے نشانوں میں سے ہے اور جب وہ چاہے گا ان سب کے جمع کرنے پر قادر ہو گا۔

اس آیت میں اول تو اس یقینی خبر کو دہرایا گیا ہے کہ اجرام فلکی میں بھی خدا تعالیٰ نے زندگی پیدا کی ہے۔ دوسرے اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ نباتاتی زندگی سے بڑھ کر چلنے پھرنے اور رینگنے والی زندگی ہے۔ "دابۃ" رینگنے اور چلنے پھرنے والے جاندار کو کہتے ہیں۔ گویا یہ وہ زندگی ہے جو زوآلوجی میں زندگی سمجھی جاتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اسکی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خواہ وہ لوگ یہاں آئیں یا ہم وہاں جائیں قرآن کریم کھلی کھلی خبر دے رہا ہے کہ وہ ملاقات ہوگی۔

وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ﴿۳۰﴾: میں "جمعھم" کا جو صیغہ ہے وہ بتا رہا ہے کہ اس ترجمہ میں کوئی تاویل نہیں کی گئی بلکہ یہ لفظاً لفظاً ترجمہ ہے کیونکہ سموات اور زمین کے لئے پہلے خدا تعالیٰ نے "ھما" کی ضمیر پھیری ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ قیامت کے دن سب مل جائیں گے۔ یہ مراد ہی نہیں ہے۔ زمین و آسمان کے لئے "ھما" کا لفظ استعمال کیا اور جانداروں کے لئے "جمعھم" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تو عربی لغت کسی اور ترجمے کی آپکو اجازت ہی نہیں دے رہی ہے - - - -

"ان" ان معنوں میں آتا ہے کہ اگر خدا چاہے تو ایسا کرے گا۔ یہ محض امکانی بحث ہے۔ "اذا" کا معنی اگر نہیں ہے۔ "اذا" کا معنی ہے جب خدا چاہے گا ایسا کرے گا یعنی Positive Information ہے کہ ضرور کرے گا۔ کب کرے گا؟ جب وہ چاہے گا۔" (اقتباس از مجلس عرفان حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ)

حصاروں، ریگ زاروں، آبشاروں، کوہساروں تک
پیاروں، جاں نثاروں، خاکساروں، تاجداروں تک
غرض پورب سے پچھم تک، ادھر اتر سے تا دکھن
"تری تبلیغ پہنچاؤں گا دنیا کے کناروں تک

(حسن رہتاسی مرحوم)

---

mta- Muslim Television Ahmadiyya

Al Shirkatul Islamiyyah, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Tel : +44 (0)81 870 0922 Fax : +44 (0)81 870 0684

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16° East	103° East	14° West	74° West
Transponder	.37	7 (C-Band)	7 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	.3725 MHz	36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	-
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	-
Bosnian*	7.38 MHz	7.38 MHz	7.38 MHz	-
Russian*	7.56 MHz	7.56 MHz	7.56 MHz	-
German*	7.74 MHz	7.74 MHz	7.74 MHz	-
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	-
Turkish*	8.10 MHz	8.10 MHz	8.10 MHz	-
London Time	13.00 - 16.00 (Daily)	07.00 - 19.00 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)

* On special occasions only

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695
Timings: 13.30 - 14.30 London Time (Fridays Only). For Asian Countries only.
From 1 April '94: 16 Meter Band, Digital Frequency 17765

All timings and frequencies are subject to change without notice.

AL FAZL INTERNATIONAL WEEKLY
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)